APRIL 203

رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور







دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

جلد نمبر ۲۸ شمارہ نمبر ۱۲

رمضان ۱۴۴۴ھ اپریل ۲۰۲۳ء

زرتعاون

فی شمارہ ——— ۳۰ روپے

سالانہ زرتعاون ——— ۳۰۰ روپے

بیرون ملک سالانہ ——— ۲۵ ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE

SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA

Ph: 0132-2655542

Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

◯ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/تاریخ کو حوالہ ڈاک کردیا جاتا ہے۔ ۱۰/تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

رمضان، عید، صدقۂ فطر

اہمیت اور تقاضے

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

ماہ رمضان المبارک ہم پر سایہ فگن ہے، اللہ جل جلالہ کی خاص رحمتوں سے ہم بہرہ ور ہو رہے ہیں، مغفرت کی خوشگوار پھوار سے گناہ و معصیت کے بدنما داغ دُھل رہے ہیں، دوزخ سے چھٹکارے کی نوید مل رہی ہے، ہر طرف ایک ایمان افروز منظر، روحانی عروج و ارتقاء کے ذرائع موجود، سحری کی روح پرور گھڑیاں، افطار کی روح افزا ساعتیں، دن میں ذکر و اذکار اور رات میں تراویح و قیام لیل کا خصوصی اہتمام، اللہ رب العزت کی جانب سے ہمیں حکم ہوا کہ رات کے اندھیرے میں اٹھ کر کھاؤ اور سحری کرو، تو ہم نے اس پر عمل کیا، دن بھر گرمی برداشت کرتے ہوئے کچھ بھی کھانا پینا نہیں ہے، ہم نے اس پر عمل کیا، دنیا کی تمام مرغوبات سے کنارہ کشی اختیار کرو، ہم نے کرلی، لغویات سے، جھوٹ سے، چغلی اور غیبت سے، دوسروں کی ایذا رسانی سے، گالی گلوچ سے، فحش کلامی سے خود کو دور رکھنا ہے، ہم نے مان لیا، رات میں مزید نمازوں کا اہتمام کرتے ہوئے تراویح کا اہتمام بھی کرنا ہے، ہم نے ایسا ہی کیا، توفیق ملی تو مزید نمازوں کا اہتمام کرتے ہوئے تہجد کا بھی اہتمام کیا، آخری عشرہ میں اعتکاف، شب قدر کی تلاش، اللہ کی رحمت اور مغفرت اور نار جہنم سے بچنے کے لیے جدو جہد، اپنے مال و دولت کو پاک و صاف کرنے کے لئے زکوٰۃ کا اہتمام، تمام تر نعمتوں اور مرغوبات کی فراوانی کے باوجود اپنی نفسانی خواہشات پر قابو، جھوٹ اور لغو باتوں سے پرہیز یہ تمام امور گویا ایک مہینہ تک ہمارے معمولاتِ زندگی بن گئے ہیں اور ایسا اس لئے ہوا کہ ہمیں اس بات کا احساس تھا کہ ایسا کرنے کے لئے، ایسا ماحول بنانے کے لئے، تقوی اور پرہیزگاری کی زندگی گذارنے کے لئے ہمارے خالق و مالک اللہ رب العزت نے ہمیں حکم دیا ہے، وہ کریم ذات ہم سے انھیں اعمال کا مطالبہ کرتی ہے، اسی لئے ہم نے رمضان المبارک میں ہر وہ کام کیا جس کا ہمارے کریم آقا

نے حکم دیا اور ہر اس کام سے بچنے کی کوشش کی جس سے روکا، تا کہ ہمارے اندر روزے کی روح ''تقوی'' پیدا ہوجائے، اور ہم پھر پورے سال اسی پرہیز گاری کے خوگر اور عادی بن کر قرب الٰہی حاصل کرتے رہیں، کہ یہی مقصود فطرت ہے، رمضان المبارک کے ان اعمال سے گویا ہم سے گندگی دور کردی گئی، اب جب کہ ایک طرح سے ہماری روح پاک ہوچکی، اب جب کہ ایک طرح سے ہمارا نفس ہمارے قابو میں آچکا اور اب نیکیوں پر عمل آسان ہوچکا ہے، ایسے میں روح کو پھر سے ناپاک بنادینا، نفس مطمئنہ کو نفس امارہ میں تبدیل کردینا اور نیکیوں کو برائیوں سے بدل لینا، کیا کوئی دانشمندی کی بات کہلائے گی؟ نہیں کبھی نہیں۔

رمضان کی مبارک ساعتوں میں احکام خداوندی کی پاس داری کا صلہ ملنے کا دن ''عید الفطر'' آئے گا، انعامات خداوندی کی بارش ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ''رمضان'' کی مغفرت اور ''عید'' کی خوشیاں عطاء فرمائے''تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَ مِنْکُم

''عید'' دنیا کی دوسری اقوام سے الگ ایک ممتاز خوشی کا دن ہے، اس دن دنیا کی اور اقوام کی طرح صرف رنگینیٔ محفل کے لئے مسلمان مامور نہیں ہیں، اُن کو رمضان المبارک کی محنت کا اجر جھولیاں بھر بھر کر دیا جاتا ہے، ان کی ہر دعاء قبول کی جاتی ہے، اُن کے مسائل حل کئے جاتے ہیں، یہ بڑا خاص موقع ہوتا ہے، مگر ہم میں سے اکثر کو اس کا احساس نہیں، اور بہت سوں کو اس کا علم نہیں، وہ اپنا بہت سا وقت اپنی بناوٹ سجاوٹ پر ضائع کرتے ہیں، اس دن تو اللہ کے خصوصی فضل وانعام کی بارش ہوتی ہے، خوشی ومسرت کے اس حسین موقع کو مذہب اور اطاعت خداوندی کے ساتھ ساتھ ایثار وہمدردی اور انسانیت نوازی سے ایسا مربوط کردیا گیا ہے کہ اس کی ایک امتیازی شان اور منفرد حیثیت بن گئی ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کی صرف عبادت ہی کافی نہیں بلکہ مستحقین کا حق ان تک پہنچانا بھی ضروری ہے اور جو زندگی اور اپنے مال ودولت کو اپنا تصور کرتے ہیں اور روزہ رکھ کر یا نماز ادا کرکے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ انہوں نے بندگی کا حق ادا کردیا اُنہیں آگاہ ہوجانا چاہیئے کہ عید دراصل اجتماعی خوشی کا دن ہے۔ اگر وہ ناداروں کو ان کا حق پہنچانے سے بچتے ہیں تو ان کی عبادت وریاضت ایک بے جان جسم کی طرح ہے اس لئے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے صدقہ فطر ان لوگوں تک پہنچائے جو اس کے حاجتمند ہیں اور جن کی عید

اس کے بغیر پُر مسرت نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ عید الفطر کا تہوار نئے کپڑے پہن لینے اور لذیذ کھانے کھالینے کا نام نہیں بلکہ اس جشنِ مسرت کی روح اجتماعیت اور غم گساری میں مضمر ہے۔

صدقۂ فطر کا وجوب اسی اسلامی تعلیم کا ایک حصہ ہے کہ آج کے دن کوئی بھی نانِ شبینہ کا محتاج نہ رہے، اللہ رب العزت کی طرف سے مہمانی اور اکرام کا دن سب کے لئے برابر ہونا چاہئے۔

صدقۂ فطر کی ادائیگی کے پس پشت کارفرما مقاصد بہت ہیں، ان میں سے دو کا صریح تذکرہ احادیث میں ملتا ہے :

ا — روزہ کے درمیان جو کوتاہیاں، لغزشیں، بدکلامیاں اور لایعنی کام ہو گئے ہیں، یہ صدقۂ فطر ان کا کفارہ بن جائے. چنانچہ حدیث میں ہے:

۲ — مساکین وفقراء کے خوراک کا انتظام ہوجائے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فرض زكاة الفطر طهرة للصائم من اللغو و الرفث و طعمة للمساكين (ابوداود ح ۱۶۰۶، ابن ماجہ ح ۱۸۲۷)

ہر ایسے شخص پر صدقۃ الفطر واجب ہے، جو صاحب نصاب ہو یعنی: اس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت موجود ہو، اس پر مکمل سال کا گزرنا ضروری نہیں ہے (عالمگیری)

باپ اپنی اولاد اور اپنے گھر کے خادم کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کرے گا (عالمگیری) بیوی اگر صاحب نصاب ہے، تو اپنا صدقۃ الفطر خود ادا کرے گی، جیسا کہ وہ اپنی زکاۃ خود ادا کرتی ہے، ہاں اگر اس کی اجازت سے شوہر ادا کردے تو بھی کافی ہوجائے گا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما انه قال: فرض رسول الله صلی الله علیه وسلم زكاة الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعير على العبد و الحر و الذكر و الانثى و الصغير من المسلمين.** (مشکاۃ باب فضائل صدقۃ الفطر)

اس کے مصارف بھی وہی لوگ ہیں جو زکات کے مصارف ہیں

کتبِ فقہ و فتاویٰ میں صدقۂ فطر کا معیار چار چیزوں کو بنایا گیا ہے، (۱) گیہوں (۲) جَو (۳) کشمش (۴) کھجور، گیہوں کا وزن نصف صاع یعنی ایک کلو چھ سو پینسٹھ گرام 1.665 (ایک صدقۂ فطر کی مقدار)

جَو، کھجور اور کشمش کا وزن ایک صاع یعنی سوا تین کلو3.250 (ایک صدقۂ فطر کی مقدار)

وإنما تجب صدقة الفطر من اربعة أشياء من الحنطة و الشعير و التمر و الزبيب كذا في خزانة المفتيين و شرح الطحاوي الخ (ہندیہ ۱/۱۹۱)

عرب میں چونکہ گیہوں کمیاب اور گراں ہوتا تھا، غالباً اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نصف صاع کو دوسری چیزوں کے پورے صاع کے برابر قرار دیا ہے۔

قرآنی ہدایات اور ارشادتِ نبویہ کے مطابق ہونا تو یہ چاہئے کہ صدقۂ فطر کی ادائیگی کے وقت ہم ان چاروں میں سے جو گراں ہو اور جس میں روپیہ زیادہ خرچ ہوتا ہو، اس سے صدقۂ فطر ادا کریں تا کہ زیادہ سے زیادہ اللہ کا قرب اور ثواب حاصل ہو اور جس کو دیا جا رہا ہے اس کے فقر و فاقہ کا زیادہ سے زیادہ ازالہ اور خاتمہ ہو سکے جو کہ طعمۃ للمساکین کی رُو سے منشاءِ شریعت بھی ہے۔

مگر نہ معلوم ہم نے ہندوستان میں کہاں سے صرف گیہوں کو ہی معیار بنالیا ہے جو کہ مذکورہ چاروں چیزوں میں سب سے سستا اور کمتر ہے، اکثر اہلِ علم مفتیان کرام بھی اسی کا وزن اور اسی کی قیمت لگا کر صدقۂ فطر کا اعلان کرتے ہیں۔

اب حد یہ ہے کہ محتاج وفقراء تک پہنچنے والا صدقۂ فطر ایک کروڑ پتی اور لکھ پتی کا بھی اتنا ہی ہوتا ہے، جتنا ان کے گھروں میں مزدوری کرنے والوں کا ہوتا ہے۔

یہ کام دارالافتاء اور مفتیانِ عظام، علمائے کرام، خطیبانِ جمعہ اور ائمۂ مساجد کا ہے کہ وہ ایک طرف دیگر منصوص علیہ اجناسِ فطر: کھجور، کشمش منقیٰ اور جَو کو دیکھیں اور دوسری طرف لوگوں کی مالی حیثیت کا تفاوت مدنظر رکھیں، پھر لوگوں کو ترغیب دیں کہ جس کے پاس جیسی وسعت ہو، اسی کے اعتبار سے سب اپنے اپنے صدقاتِ فطر ادا کرنے کی کوشش کریں.

ان میں سے کسی کی حیثیت اگر کھجور سے ادا کرنے کی ہو تو گیہوں کے بالمقابل اس کا ایک فطرہ کسی غریب کے حق میں کتنا نفع بخش ثابت ہوگا، اسی طرح کوئی استطاعت رکھنے والا کشمش سے فطرہ ادا کرنے کی کوشش کرے گا تو حاجت مندوں کے دلوں سے کیسی کیسی دعائیں پائے گا۔ اور اس سے یقیناً وہ چہرے کھل اٹھیں گے جنھیں یہ دیا جائے گا، اور اس طرح غرباء پروری کی محمود صورت سامنے آئے گی۔

درسِ قرآن

زلزلے: اسباب وعوامل اور ہماری ذمہ داری

مولانا مفتی محمد حیان بیگ
استاذ شعبۂ تفسیر مظاہر علوم سہارنپور

ولو أن أهل القرى آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والأرض ولكن كذّبوا فأخذناهم بما كانوا يكسبون۔ أفأمن أهل القرى أن يأتيهم بأسنا بياتًا وهم نائمون۔ أو أمن أهل القرى أن يأتيهم بأسنا ضحًى وهم يلعبون۔ أفأمنوا مكرَ الله فلا يأمن مكر الله إلا القوم الخاسرون۔ أو لم يهد للذين يرثون الأرض من بعد أهلها أن لو نشاء أصبناهم بذنوبهم ونطبع على قلوبهم فهم لا يسمعون۔ (الأعراف)

اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقوی اختیار کر لیتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین دونوں طرف سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ لیکن انہوں نے (حق کو) جھٹلایا، اس لیے ان کی مسلسل بداعمالی کی پاداش میں ہم نے ان کو اپنی پکڑ میں لے لیا۔ اب بتاؤ کہ کیا بستیوں کے لوگ اس بات سے بالکل بے خوف ہو گئے ہیں کہ کسی رات ہمارا عذاب ان پر ایسے وقت آپڑے جب وہ سوئے ہوئے ہوں؟ اور کیا ان بستی کے لوگوں کو اس بات کا بھی کوئی ڈر نہیں ہے کہ ہمارا عذاب ان پر کبھی دن چڑھے آجائے جب وہ کھیل کود میں لگے ہوئے ہوں؟ بھلا کیا یہ لوگ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے فکر ہو چکے ہیں؟ (اگر ایسا ہے) تو (یہ یاد رکھیں کہ) اللہ کی خفیہ تدبیر سے وہی لوگ بے فکر ہو بیٹھتے ہیں جو آخرت کا نقصان اٹھانے والے ہوتے ہیں۔ جو لوگ کسی زمین (کے باشندوں کی ہلاکت) کے بعد اس کے وارث بن جاتے ہیں، بھلا کیا ان کو یہ سبق نہیں ملا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو بھی ان کے گناہوں کی وجہ سے کسی مصیبت میں مبتلا کر دیں؟ اور (جو لوگ اپنی ضد کی وجہ سے یہ سبق نہیں لیتے) ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ کوئی بات نہیں سنتے

بداعمالی پر وعید شدید

ان آیات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ جب لوگ اللہ سبحانہ وتعالی کی ناشکری کرتے ہیں، اور اس کی

عبادت سے روگردانی کرتے ہیں، اور گناہوں میں منہمک ہوجاتے ہیں، تو پھر اللہ تبارک وتعالی ان کو سخت آزمائش میں مبتلا کردیتا ہے، پھر العیاذ باللہ زلزلے، طوفان، آندھی، سیلاب آتے ہیں، اور بڑے پیمانہ پر تباہی برپا ہوتی ہے، تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور وہ خدا کی نافرمانی سے توبہ کرکے اس کی اطاعت کی طرف رجوع کریں؛ لیکن کچھ بدبخت ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ ان سب کے باوجود بھی خوابِ غفلت سے بیدار نہیں ہوتے، اور ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

عذاب کیوں آتا ہے

و ما نرسل بالآيات إلا تخويفًا۔ (اور ہم نشانیاں ڈرانے ہی کے لیے بھیجتے ہیں) ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا: **و نخوفهم فما يزيدهم إلا طغيانًا كبيرًا۔** (اور ہم تو ان کو ڈراتے ہی رہتے ہیں، لیکن اس سے ان کی سخت سرکشی ہی میں اضافہ ہو رہا ہے۔) نیز فرمایا: **ظهر الفساد في البر و البحر بما كسبت أيدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون۔** (لوگوں نے اپنے ہاتھوں جو کمائی کی، اس کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد پھیلا، تاکہ انہوں نے جو کام کیے ہیں اللہ ان میں سے کچھ کا مزہ انہیں چکھائے، شاید وہ باز آجائیں۔) سورۂ مؤمنون میں ارشاد ہے: **و لقد أخذناهم بالعذاب فما استكانوا لربهم و ما يتضرعون۔ حتى إذا فتحنا عليهم بابًا ذا عذاب شديد إذا هم فيه مبلسون۔** (واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو (ایک مرتبہ) عذاب میں پکڑا تھا، تو اس وقت بھی یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے نہیں جھکے، اور یہ تو عاجزی کی روش اختیار کرتے ہی نہیں ہیں؛ یہاں تک کہ جب ہم ان پر سخت عذاب والا دروازہ کھول دیں گے، تو یہ ایک دم اس میں مایوس ہوکر رہ جائیں گے۔)

اسی طرح سورہ سجدہ میں ارشاد ہے: **و لنذيقنهم من العذاب الأدنى دون العذاب الأكبر لعلهم يرجعون۔** (اور اس بڑے عذاب سے پہلے بھی ہم انہیں کم درجے کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے، شاید یہ باز آجائیں۔) یعنی آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے اسی دنیا میں انسان کو چھوٹی چھوٹی مصیبتیں اس لیے پیش آتی ہیں کہ وہ اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کرکے اپنے گناہوں سے باز آجائے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے، حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مالِ غنیمت کو ذاتی دولت قرار دیا جانے لگے گا، امانت کو غنیمت، زکوۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے گا، اور علم کو دین کے علاوہ کسی

اور مقصد سے سیکھا جائے گا، شوہر اپنی بیوی کی اطاعت، اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا، اور اپنے دوست کو قریب اور والد کو دور کردے گا، مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں گی، فاسق اور فاجر آدمی قبیلہ کا سردار ہوگا، قوم کے لیڈر ذلیل قسم کے لوگ ہوں گے، آدمی کی عزت اس کے شر سے بچنے کے لیے کی جائی گی، لوگوں میں گانے بجانے والی لڑکیاں، اور گانے بجانے کے آلات عام ہوجائیں گے، شراب پی جائے گی، اور امت کے بعد والے لوگ پہلے والے لوگوں پر لعن طعن کریں گے، تو اس وقت سرخ ہوا (آندھی) کا، زلزلہ کا، زمین میں دھنس جانے کا، صورتوں کے مسخ ہوجانے کا، آسمان سے پتھر برسنے کے عذاب کا، اور ان علامات کا انتظار کرو جو یکے بعد دیگرے ظاہر ہوں گی، جس طرح پرانے ہار کی لڑی ٹوٹ جائے، اور موتی یکے بعد دیگرے گرنے لگیں۔ (ترمذی شریف حدیث ۲۲۱۱/ أبواب الفتن)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسولِ پاک ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا: اے مہاجرین کی جماعت! پانچ باتیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہوجاؤ گے، اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا ہو (تو خدا کی پکڑ کے مستحق ہوجاؤ گے) وہ پانچ باتیں یہ ہیں :

پہلی یہ کہ جب کسی قوم میں علانیہ فحش (فسق وفجور، زنا کاری) ہونے لگ جائے، تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ تھیں۔

دوسری یہ کہ جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگتے ہیں، تو وہ قحط، معاشی تنگی، اور اپنے حکمرانوں کی زیادتی کا شکار ہوجاتے ہیں۔

تیسری یہ کہ جب لوگ اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہیں، تو اللہ تعالی آسمان سے بارش کو روک لیتے ہیں، اور اگر زمین پر چوپایے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔

چوتھی یہ کہ جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد وپیمان کو توڑ دیتے ہیں، تو اللہ تعالی ان پر دوسروں میں سے دشمنوں کو مسلط کردیتے ہیں، وہ ان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے اسے چھین لیتے ہیں۔

پانچویں یہ کہ جب ان کے حکمراں اللہ تعالی کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، اور اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کو اختیار نہیں کرتے، تو اللہ تعالی ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈال دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ/ کتاب الفتن/ باب العقوبات/ حدیث نمبر ۴۰۱۹)

عمومی عذاب کی زد میں نیک اور بد سب آجاتے ہیں

واضح رہے کہ جب خدا تعالی کی طرف سے عمومی عذاب آتا ہے تو پھر اس کی لپیٹ میں نیک اور بد دونوں ہی طرح کے لوگ آتے ہیں، البتہ وہ عذاب بدکاروں کے لیے تو سزا اور عقاب ہوتا ہے، اور نیک لوگوں کے لیے مغفرت اور رفعِ درجات کا سبب۔

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: **و اتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة، و اعلموا أن الله شديد العقاب**۔ (سورۃ انفال آیت ۲۵) (اور ڈرو اس وبال سے جو تم میں سے صرف ان لوگوں پر نہیں پڑے گا جنہوں نے ظلم کیا ہوگا، اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔)

اس آیت کریمہ میں یہ سبق دیا گیا کہ ایک مسلمان کی ذمہ داری صرف یہ نہیں کہ وہ اپنی ذات کی حد تک شریعت پر عمل کرلے؛ اس کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ اگر معاشرے میں کوئی برائی پھیل رہی ہے، تو اپنی طاقت کی حد تک اس کو روکنے کی کوشش کرے، اور اگر لوگ اپنے اس فریضہ میں کوتاہی کریں، اور اس پر کوئی خدائی وبال آئے تو وہ وبال صرف ان لوگوں کی حد تک محدود نہیں رہے گا جو گناہ میں براہِ راست ملوث تھے، بلکہ جو لوگ اس برائی کا خود تو ارتکاب نہیں کررہے تھے، مگر دوسروں کو اس سے روکتے بھی نہیں تھے، وہ بھی اس وبال کا شکار ہوں گے۔

حضرتِ ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسولِ پاک ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: جب میری امت میں گناہ عام ہوجائیں گے، تو خدا تعالی کی طرف سے ان پر عمومی عذاب نازل ہوگا۔ (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ) میں نے دریافت کیا کہ: یا رسول اللہ! کیا اس زمانہ میں ان میں نیک لوگ نہیں ہوں گے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں نیک لوگ تو موجود ہوں گے۔ تو حضرت ام سلمہؓ بولیں: تو پھر ان نیک لوگوں کا کیا ہوگا؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ بھی اسی عمومی عذاب میں مبتلا ہوں گے، البتہ آخرت میں ان کی بخشش ہوجائے گی، اور خدا ان سے راضی ہوجائے گا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۱۸۴۰۰)

حضرت زینب بنت جحش کی ایک روایت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں: **أنهلك و فينا الصالحون؟ قال: نعم، إذا كثر الخبث**۔ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ: کیا ہم ہلاک ہوجائیں گے، حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟ تو ارشاد فرمایا: ہاں، جب فسق وفجور کا دور دورہ ہوگا۔ (بخاری حدیث ۳۵۹۸)

جریر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : جس قوم میں گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے، اور ان میں ایسے زور آور لوگ ہوں جو انہیں روک سکتے ہوں، لیکن وہ انہیں نہ روکیں، تو اللہ تعالی سب کو اپنے عذاب میں گرفتار کر لیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ حدیث ۴۰۰۹)

زلزلہ آنے کے سائنٹفک اسباب جو بھی ہوں، جیولوجی جو بھی کہتی ہو، لیکن یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے کس کی قدرت کار فرما ہے، کون ہے جو زمین کو حرکت دے رہا ہے؟ اور اس کا صرف ایک جواب ہے کہ: وہ طاقت والی ذات اللہ کی ہے، جو تنِ تنہا عبادت کی مستحق ہے، اور اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا حکم ساری کائنات میں نافذ ہوتا ہے؛ جب وہ ناراض ہوتا ہے، اور عذاب نازل کرتا ہے، تو ساری دنیا مل کر اسے ٹال نہیں سکتی، کوئی ٹیکنالوجی کام نہیں آسکتی۔

زلزلہ کی کثرت علاماتِ قیامت میں سے ہے

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: قیامت اسی وقت آئے گی جب علم اٹھالیا جائے گا، اور زلزلوں کی کثرت ہوجائے گی، اور وقت میں برکت نہیں رہے گی، اور طرح طرح کے فتنے پھیل جائیں گے، اور قتل وغارت گری عام ہوجائے گی، اور تمہارے درمیان مال ودولت کی اتنی فراوانی ہوجائے گی کہ وہ گویا ابل پڑے گا۔ (بخاری شریف حدیث ۱۰۳۶)

پیغام

خدا تعالی حکیم ہے، اس کا کوئی بھی فیصلہ حکمت سے عاری نہیں ہوسکتا، چنانچہ یہ آسمانی آفتیں اگر ایک طرف مجرمین اور سرکشوں کے لیے دردناک سزائیں ہیں، تو دوسری طرف اس میں انسانیت کے لیے درس عبرت بھی ہے، اور یہ دنیا کے زلزلے دراصل اس زلزلۂ کبری کا پیش خیمہ ہیں جو قیامت کے دن واقع ہوگا، قرآن کی بہت سی آیاتِ کریمہ میں اس زلزلۂ کبریٰ کا تذکرہ موجود ہے، تاکہ لوگ اللہ کی قدرت اور طاقت کو پہچان کر اس سے ڈریں، اور اس کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیں، اور صرف اسی کی عظمت وبڑائی کا یقین رکھیں، اور فسق وفجور، ظلم، رشوت خوری، سود خوری، زنا کاری، اور ہر طرح کی بدکاری سے سچی پکی توبہ کرلیں، اور استغفار کی کثرت کریں، آپس میں مساوات اور انصاف، تعاون، ہمدردی، غمخواری کو فروغ دیں، ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں، یتیموں، ناداروں پر خرچ کرنے کا جذبہ پیدا کریں؛ اگر ایسا

کریں گے تو خدا تعالی رحم وکرم کا معاملہ فرمائیں گے، اور خوشحال زندگی بخشیں گے۔ارشاد ہے: **وما كان الله ليعذبهم وأنت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون** (۔سورۃ الإسراء آیت ۱۶) معلوم ہوا کہ استغفار عذاب الٰہی کو دفع کرنے والا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب بھی کوئی ناخوشگوار بات پیش آتی (تیز ہوا چلتی/ سوکھا پڑتا/ گرہن ہوتا)، تو رسولِ پاک ﷺ کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہوجاتا، اور آپ ﷺ پر خوف طاری ہوجاتا، اور آپ دعاء اور نماز میں مشغول ہوجاتے۔

اللہ تعالی ہم سب کو عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، دلوں کی سختی سے حفاظت فرمائے، اور ہم سب پر خصوصی فضل وکرم کا معاملہ فرمائے۔

جو خاص فضل خدا نہ ہوتا

کلام: حضرت مولانا فضل حق عارفؔ خیرآبادی

حبیبِ حق رحمتِ دوعالم جو رہبر و رہنما نہ ہوتا
تو کفر و طغیاں میں ڈوبی دنیا کو، راستہ حق، ملا نہ ہوتا

جو کُل جہاں کی عمومی رحمت ،نہ بن کے ہوتی نبی کی بعثت
تو سارے عالم کی رُستگاری کا اس قدر حوصلہ نہ ہوتا

بہت ہی خوف و خطر تھا لاحق کہ حجرِ اسود نصب ہو کیوں کر
اگر نہ آتا امین و صادق، یہ مرحلہ سر ہوا نہ ہوتا

غریب، مسکین، صنفِ نازک ،تھی کُشتۂ جور و بربریت
حقوق اپنے کہاں وہ پاتی اگر نزول ''نساء'' نہ ہوتا

عطا ہو عارفؔ کو ذوقِ طاعت، ادا ہو، تا زندگی عبادت
یہ شوق کیا بندگی کا ہوتا؟ جو خاص فضلِ خدا نہ ہوتا

انوارِ حدیث

ایک بڑی جامع دعاء

حضرت مولانا زین العابدین معروفیؒ
سابق صدر شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

عن بعض بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلمھا فیقول قولی حین تصبحین : سُبۡحَانَ اللّٰہِ وبِحَمۡدِہٖ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، مَاشَاءَ اللّٰہُ کَان وَمَا لَمۡ یَشَا لَمۡ یَکُنۡ اَعلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَئٍی قَدِیۡر، وَاَنَّ اللّٰہَ قَد اَحَاطَ بِکُلِّ شَئیٍ عِلۡمًا، فانہ من قالھن حین یصبح حفظ حتی یمسی ومن قالھن حین یمسی حفظ حتی یصبح۔ (رواہ ابوداود فی کتاب الادب باب مایقول اذا اصبح ۲/ ۶۹۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صاحبزادیوں سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو یہ دعا سکھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب تم صبح کروتو یہ دعا پڑھ لیا کرو، کیونکہ جو شخص صبح کو یہ دعا پڑھے وہ شام تک محفوظ رہتا ہے اور جو شام کو یہ دعا پڑھے وہ صبح تک محفوظ رہتا ہے۔

’’سُبۡحَانَ اللّٰہِ وبِحَمۡدِہٖ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، مَاشَاءَ اللّٰہُ کَان وَمَا لَمۡ یَشَا لَمۡ یَکُنۡ اَعلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَئٍی قَدِیۡر، وَاَنَّ اللّٰہَ قَد اَحَاطَ بِکُلِّ شَئیٍ عِلۡمًا‘‘ اللہ بہت پاک ہے اس کی تسبیح کرتی ہوں اس کی حمد سے ملی ہوئی، نیکی کرنے کی طاقت تو صرف اللہ سے حاصل ہوگی، جو اللہ چاہے وہی ہوگا اور جو اللہ نہ چاہے وہ نہیں ہوگا۔ میں یقین سے جانتا ہوں کہ اللہ ہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو اپنے علم کے احاطہ میں گھیرے ہوئے ہے۔

اس حدث میں یہ دعا پڑھنے کی کوئی تعداد کوئی مقدار بھی نہیں بتائی گئی ہے۔

شرح : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جو دعائیں سکھائی ہیں ان میں سے بہت سی دعاؤں کا مقصود یہ ہے کہ ہمارے قلوب میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت وجلال جاگزیں ہوجائے اور اپنی بےبسی کا ایسا استحضار ہو کہ اسی ذات پاک کی طرف رجوع اور اس کے سامنے خضوع ہمارے سوچ بچار میں رچ بس جائے، ہر طرف سے کٹ کر بندہ جب اللہ تعالیٰ کی معرفت وجلال میں مستغرق ہوجاتا ہے تو وہ پاک پروردگار بندہ کی حفاظت اپنے ذمہ لے کر ہر قسم کی آفت ومکارہ سے بندہ کو محفوظ فرمادیتے ہیں

اور حفاظت کی دعا مانگے بغیر اپنے حرز و امان میں اپنے بندہ کو لے لیتا ہے۔

اب اس دعا کے الفاظ پر غور کرو، دیکھو اس کے تمام کلمات عظمت الٰہی سے لبریز ہیں اور اس میں بندہ اپنی بے بسی اور بیچارگی کا اقرار کررہا ہے۔ پس زبان سے اس دعا کا ورد کرنا، دل میں اسی عظمت خداوندی کو پیدا کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ اور توکل وتفویض سے بندہ کی ذات آراستہ و پیراستہ ہوگی۔

پہلا کلمہ ہے ''سبحان اللہ وبحمدہ'' اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت تنزیہہ وتمجید دونوں آگئیں کیونکہ سبحان اللہ، اللہ پاک ہے کا مطلب اور اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کو منزہ اور مبرا قرار دینا ہے ہر قسم کی آلودگی سے اور ہر طرح کے نقص سے ، اور ہر قسم کے عیوب سے، یعنی آلودگی، کمی اور عیوب کی رسائی اس ذات پاک تک ہو ہی نہیں سکتی بلکہ اس کے مقابلہ میں ہر قسم کے کمالات اور تمام اوصاف حمیدہ کو اس ذات عالیشان کے لیے ثابت کرنا ہے۔ جو الحمدللہ کی حقیقت ہے ان دونوں حقیقتوں کو ایک کلمہ میں جمع کرکے بندہ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' کہہ رہا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کے نقص وعیب سے اس طرح منزہ اور پاک مانتا ہوں کہ اس کے ساتھ تمام خوبیاں اور تمام کمالات لگے ہوئے ہیں۔ اس سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت بندہ کو حاصل ہوتی ہے کہ بغیر اس ذات بے چوں و بے چگوں کے وجود کو مانے ہوئے ان اوصاف کو ثابت نہیں کیا جاسکتا، اور جب یہ معرفت حاصل ہوگی تو دل عظمت خداوندی سے لبریز ہوجائے گا۔ (اللّٰہم ارزقنا منہ)

دوسرا کلمہ ہے ''لاقوۃ الا باللہ'' اس میں توکل علی اللہ کی تعلیم ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جنت کے خزانوں میں سے ایک عظیم خزانہ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' ہے جس میں حول اور قوت دونوں کی اپنی ذات سے نفی کی گئی ہے۔ اور حدیث ہذا میں صرف قوت کی نفی ہے ''حول'' سے یہ حدیث ساکت ہے اور دونوں کے معنی قوت کے ہیں لیکن تھوڑا سا فرق ہے ''حول'' تحویل سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک حالت سے دوسری حالت پر پلٹ جانا ہے۔ اور ''قوت'' قوی یقوی سے مصدر یا حاصل مصدر ہے کسی چیز پر قابو پانا، پس پہلا کسی بری حالت سے پلٹ کر اچھی حالت پر آجانا ہے مثلاً گناہ کے کام سے ہٹ کر نیکی کے کام میں لگ جانے کو حول کہیں گے اور نیک کام کرنے پر قابو پانے کو قوت کہیں گے، لہٰذا لاحول ولاقوۃ الا باللہ، کا ترجمہ یہ ہوگا کہ برائی سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت دونوں عطیہ الٰہی ہیں، بلا اس ذات عالی کی اعانت کے نہ ہم گناہ سے بچ سکتے ہیں نہ نیکی کرسکتے ہیں، اب گناہوں سے بچنا تو گناہ کو غلط سمجھنے کی وجہ سے ہوتا ہے جو کہ گھناؤنی چیز ہے اور فطرتاً ناپسندیدہ ہے، اس پر آدمی کے اندر عجب نہیں پیدا ہوتا، لیکن نیکی طبعاً مرغوب ہوتی ہے اس لیے نیک کام کرنے سے آدمی کے عجب میں

مبتلا ہونے کا خطرہ تھا اس لیے اس حدیث میں خاص اسی جز کو ذکر فرمادیا کہ ’’لاقوۃ الا باللہ‘‘ کہ جو کچھ ہم سے نیکی بن پڑتی ہے وہ سب توفیق خیر کے سبب ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کا وجود ہوا، ہماری طاقت سے کچھ نہیں ہوا بلکہ اس عمل کی نسبت بھی بندہ اپنے پالنہار کی طرف کرتا ہے جو کہ عجب کا علاج ہے کہ اگر ہم تنہا اس نیکی کو وجود میں لائے ہوتے تو نفس کو خوش ہونے اور اترانے کا موقع ہوتا اور جب اس نیک عمل میں بھی ہم بے بس ہیں اور اللہ کی نصرت سے اس کا وجود ہوا تو نفس کے پھولنے کا موقع ہی کہاں رہا؟

تیسرا کلمہ ہے ماشاء اللہ کان و مالم یشالم یکن ۔ جو اللہ نے چاہا وہ ہوا، اور جو اللہ نے نہیں چاہا وہ نہیں ہوا، یعنی اللہ تعالیٰ نے جس کے ہونے کو چاہا وہ ہو گیا اور جس کے نہ ہونے کو چاہا وہ نہیں ہوا، اس سے پہلے بندہ اپنے حول وقوت کی نفی کر چکا، اب اس مبارک کلمہ میں اللہ کی مشیت کی طرف تفویض کلی کر رہا ہے کہ میرے افعال کیا چیز ہیں، ساری ممکنات مشیت الٰہی کے تابع ہیں، جس کے ہونے کو مشیت ایزدی چاہتی ہے وہ ہو جاتا ہے اور جس کو نہیں چاہتی یا جس کے نہ ہونے کو مشیت چاہے وہ وجود میں آ ہی نہیں سکتی، اگر بندہ کو کوئی مکروہ شئ پہنچے تو اس کو بھی مشیت کی طرف پھیر کر بندہ تسلی حاصل کر لیتا ہے اور اگر مرغوب چیز حاصل ہو تو اس کو بھی اپنا کمال نہیں سمجھتا بلکہ مشیت کی طرف پھیر کر عجب وغرور کا فوری علاج کر لیتا ہے۔

چوتھے ’’اعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر‘‘، علم، یقین کو کہا جاتا ہے جو ظن، گمان اور تخمین سے بہت ہی اعلیٰ و ارفع مقام ہے اس متبرک کلمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کے عموم پر دل سے ایسا یقین کرنے کا اقرار ہے جس میں جانب مخالف کا کوئی احتمال تک نہ رہ جائے۔

پانچواں کلمہ وان اللہ قد احاط بکل شیئ علما، میں اس ذات عالی کے علم کا شمول ہے کہ اس کا علم ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں جس طرح اس کی قوت سے باہر کوئی شئ نہیں۔

بندہ اس اقرار کے ساتھ اپنی بے بسی اور ناطاقتی کا اظہار بھی کر رہا ہے اور اپنے علم کو لاشئ محض سمجھنے لگتا ہے تو یہ معرفت الٰہی کی اعلیٰ قسم ہے اور ذات خالص کا استحضار رکھتا ہے جب صبح وشام اس دعا کو پڑھتا رہے گا تو اس کا قلب ان کیفیات سے رنگین اور ان انوار سے منور ہوتا جائے گا تو خود اپنے لیے مانگنے کا اگر موقعہ نہ بھی ملا تو اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کا قدرداں ہے اس لیے بندہ کو اپنی حفاظت میں رکھے گا اور ہر قسم کے مکروہات اور ناموافق حالات سے امن وامان عنایت فرمائے گا۔☆

علمی تحقیق

شعبۂ تخصص فی الحدیث: ضرورت و اہمیت

مولانا محمد معاویہ سعدی
استاذ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں ۲۷ / رجب ۱۴۴۴ھ، موافق ۱۹ / فروری ۲۰۲۳ء کو منعقد ہونے والے متخصصینِ حدیث کے پچیس سالہ اِجلاس کے موقع پر لکھی گئی ایک تحریر۔

''تخصص فی الحدیث'' کی حقیقت، اور ضرورت و اہمیت سمجھنے سے پہلے خود ''حدیث'' کی حقیقت اور ضرورت و اہمیت سے واقف ہونا ضروری ہے، اِس لیے پہلے اسی کی وضاحت کی جاتی ہے۔

''حدیث'' کیا ہے؟

بندوں کے نام اللہ تعالیٰ کا جو پیغام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آیا ہے، وہ دو طرح کا ہے:

ایک وہ جو الفاظ کی تعیین کے ساتھ بھیجا گیا ہے، اُس کو ''قرآن'' یا ''کتاب اللہ'' کہتے ہیں۔

دوسرے وہ جس میں مضمون اور مراد تو اللہ ہی کی طرف سے ہو، مگر اس کے لیے الفاظ متعین نہ کیے گئے ہوں، بلکہ اس پیغام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طور پر بندوں تک پہنچایا ہو: کبھی قول وعمل دونوں طرح سے، کبھی صرف قول کے ذریعے، کبھی صرف عمل کے ذریعے، اور کبھی اپنے طرزِ عمل کے ذریعے، کہ کسی بات پر خوش ہو گئے، کسی بات پر ناراض ہو گئے، کسی بات پر سکوت اختیار فرمالیا، کسی چیز سے اِعراض فرمالیا... وغیرہ وغیرہ۔

اصطلاح میں یہ سب صورتیں ''حدیث'' یا ''سنتِ رسول اللہ'' سے تعبیر کی جاتی ہیں۔

(مقدمۂ ابن الصلاح، ص ۴۸، وفتح الباری للحافظ ابن حجر: اول کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ۱۳/ ۲۴۵)۔

نیز قرآنِ کریم: مسائل واَحکام کے پہلو سے ایک قانونی اور آئینی کتاب ہے، جس میں عموماً صرف اِجمال اور اِشارہ پر اکتفاء کیا گیا ہے، جیسے وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ اور وَآتُوا الزَّكٰوةَ، ظاہر ہے کہ یہ اِجمالات واِشارات اپنی صحیح اور درست مراد کی تعیین میں وضاحت اور بیان کے محتاج ہیں، حتیٰ کہ خود آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو بھی اِس بیان کی ضرورت پڑتی تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ، ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (پھر جب ہم اُس کو پڑھا کریں تو آپ صرف قراءت کی اتباع کیا کیجیے (معنیٰ کی فکر نہ کیا کیجیے)، پھر اُس کا بیان ہمارے ذمہ ہے)۔

تو جب خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "وحیٔ الٰہی" کی مزید وضاحت اور بیان کی ضرورت پڑتی تھی تو اُمت کو بدرجۂ اَولیٰ اس کی ضرورت ہے، اِسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ منصبی میں اِس "بیان" کو شامل فرمایا گیا، اور اِرشاد ہوا: وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل) اور ہم نے آپ کی طرف یہ ذِکر اتارا، تاکہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں وہ جو اُن کی طرف اتارا گیا۔

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری حیاتِ طیبہ میں بیان وتفسیر کی منصبی ذمہ داریوں کے تحت قرآنِ کریم کی جو جو تفسیرات اور تشریحات ذکر فرمائیں، اور تعلیمِ کتاب وحکمت، تزکیۂ نفوس وقلوب، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تحلیلِ حلال، اور تحریمِ حرام کے جو جو فرائض انجام دیئے، اُن سب کو بھی "حدیث"، یا "سنت" کہا جاتا ہے۔

حدیث کی اہمیت:

چوں کہ قرآنِ کریم میں عموماً اِجمال واِشارہ سے کام لیا گیا ہے، اِس لیے اُس کے الفاظ میں توسع بہت ہوتا ہے، جس سے اہلِ باطل اور اہلِ ہویٰ اپنی خواہشات کا مطلب نکالنے کا غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کر سکتے تھے، مگر جب "حدیث" (یا سنت) میں ان قرآنی نصوص کی عملی تطبیق وارِد ہوگئی تو ان ملاحدہ وزنادقہ کے لیے اِس کا موقع نہیں رہ گیا، اور دین کی تمام بنیادیں بالکل نکھر کر آئینہ ہوگئیں۔

اِسی لیے سیدنا حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ کچھ لوگ تم سے متشابہاتِ قرآن کے بارے میں مجادلہ کرنا چاہیں گے، تو تم اُن کا مقابلہ احادیث کے ذریعے کرنا، کیوں کہ کتابُ اللہ کی صحیح مراد احادیث ہی کے ذریعے جانی جا سکتی ہے (سنن الدارمی ۱/۲۴۰، والشریعۃ للآجری ۱/۴۱۹)۔

سیدنا حضرت علیؓ نے جب حضرت ابن عباسؓ کو خوارج سے مناظرہ کے لیے بھیجنا چاہا، تو فرمایا کہ اُن سے صرف قرآن کے حوالے سے گفتگو مت کرنا، اس لیے کہ قرآن کے الفاظ میں بہت توسع ہوتا ہے، لہٰذا اُن سے حدیث کے حوالے سے گفتگو کرنا، کیوں کہ قرآن کی صحیح مراد کی تعیین حدیث ہی سے ہوتی ہے۔

(الطبقات لابن سعد، الجزء المتمم لطبقات الصحابۃ ۱/۱۸۱)۔

اِس تناظر میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی یہ بات نہایت قیمتی بھی ہے، اور بالکل بجا بھی کہ:

"اللہ تعالی نے "علمِ حدیث" میں فتنوں اور فکری انحراف سے محفوظ رکھنے کی خاص تاثیر رکھی ہے، ہر زمانے کے مخصوص سیاسی و اجتماعی حالات نے امتِ مسلمہ کے لیے متعدد فتنے کھڑے کیے، بسا اوقات ان فتنوں کے سیلاب میں بہہ جانے سے جو لوگ بچ رہے وہ بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، لیکن بحیثیت مجموعی امت کو انحراف سے بچانے والی چیز "علمِ حدیث" ہی ثابت ہوا"

(حیاتِ نعمانی ص ۳۳۵ : ، از: مولانا عتیق الرحمن سنبھلی، بحوالہ مضمون مولانا یاسر عبداللہ کراچی)۔

حدیث اور علم الحدیث:

چوں کہ قرآنِ کریم کے برعکس حدیث شریف میں الفاظ بذاتِ خود مقصود نہیں تھے، اس لیے اس کا سب سے پہلا جو واسطہ تھا، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت، اُس نے حدیث کے الفاظ کی حفاظت کا اُس طرح اہتمام والتزام نہیں کیا جس طرح کہ قرآن کے الفاظ وکلمات، بلکہ حرکات وسکنات اور اوقاف تک کی حفاظت کا اہتمام کیا، اِسی لیے اُن حضرات کے ہاں حدیث میں روایت بالمعنی کا رواج عام رہا (فتح المغیث للسخاوی ۱۲۱/۳)۔

اِسی طرح اِسلام میں قرآن کو آئین اور قانون کی کتاب کی حیثیت حاصل تھی، جب کہ حدیث کا مرتبہ اسی قانون کی تشریح وبیان اور عملی تطبیق پر مشتمل تعلیمات وہدایات کا تھا، اِس لیے صحابہ کرامؓ نے جس قدر زور وشور اور اہتمام سے قرآن کو لوگوں تک پہنچایا اور پھیلایا، اُس انداز سے حدیث کی تبلیغ کو اپنا موضوع نہیں بنایا۔

قرآن وحدیث کی حفاظت اور دونوں کی تبلیغ کی نوعیت میں اِس فرق کی بڑی وجہیں دو اور تھیں:

پہلی بڑی وجہ یہ تھی کہ اگر ابتدا ہی سے قرآن ہی کی طرح حدیث کو بھی پڑھنے پڑھانے اور ہر طرف عام کرنے کا موضوع بنالیا جاتا، تو بہت سے نومسلمین اور ناواقفین کو اشتباہ پیش آجاتا، اور وہ دونوں کو خلط ملط کردیتے، جس میں امت کا بہت بڑا خسارہ اور نقصان تھا کہ "کلامِ الٰہی": "کلامِ مخلوق" سے مخلوط وملتبس ہوجاتا، اور یہود ونصاریٰ کی طرح نعوذ باللہ یہ اُمت بھی اپنے بے غبار اور ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر "دینی سرمایہ" سے محروم ہوجاتی (دیکھو: "تقییدالعلم" للخطیب البغدادی، ص ۵۷، ۹۳)۔

دوسری بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ جو شخص اللہ کے رسول پر اُترے ہوئے، اور خود صحابہ ہی کے پہنچائے ہوئے، اسلام کے آئین اور قانون کو تسلیم کرلے گا، وہ اِنہی دونوں واسطوں سے آئی ہوئی اس کی تشریحات اور تفصیلات کو ماننے سے کیوں کر اِنکار اور اعراض کرے گا! اِس لیے اصل پر توجہ زیادہ اہم قرار پائی۔

قرآن وحدیث کے اِس تاریخی پس منظر کے لحاظ سے بھی، اور حفاظتی نقطۂ نظر سے دونوں کی نوعیتوں میں تفاوت کی وجہ سے بھی، بہت سی احادیث اور تفسیری روایات قرآنی الفاظ کی طرح تواتر اور شہرت کے درجے کو نہیں پہنچ سکیں، بلکہ اُن کا مدار اَفراد اور آحاد کی روایت ہی پر رہ گیا۔

نتیجتاً (''وحیٔ الٰہی'' ہونے میں فی الجملہ اشتراک کے باجود) دونوں کی تشریعی حیثیت اور مقام ومرتبہ پر بھی فرق پڑا، کہ قرآن کو تو علی الاطلاق حجتِ قطعیہ مانا گیا، اور حدیث میں ''متواتر'' اور ''مشہور'' کو تو قریب قریب اسی درجے میں رکھا گیا، مگر ''اَخبارِ آحاد'' کو علی الاطلاق حجتِ قطعیہ کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا، بلکہ اُس کی صحت وصداقت کے اطمینان کے لیے، پہلے کچھ شرائط مقرر کی گئیں، کہ جو ''خبرِ واحد'' اِن شرائط پر پوری اترے گی اُسی کو شریعت کی حجتِ ملزِمہ کے طور پر تسلیم کیا جائے گا، اور جو اِن پر پوری نہیں اترے گی اُن کو حجتِ ملزِمہ نہیں مانا جائے گا۔ تاکہ دین وشریعت کے مصادر وماٰخذ میں کسی بھی پہلو سے، کسی بھی قسم کے خلط ملط کا شائبہ بھی نہ آنے پائے۔

اَخبارِ آحاد کے حجتِ شرعیہ ملزِمہ بننے کے لیے جو شرائط مطلوب ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱— الفاظِ حدیث کے ضبط اور صحتِ اداء کے پہلو سے راویوں کے حافظہ اور دیگر اَسبابِ حفظ وضبط (مثلاً کتاب اور درسی املاء وغیرہ) کی تحقیق ضروری قرار پائی، تاکہ اِس بات کا اطمینان کیا جاسکے کہ جو سنا ہے بعینہ وہی بیان کیا جارہا ہے، یا اُس میں خلط ووہم وغیرہ کی آمیزش ہوگئی ہے؟۔

۲— اِسی طرح اُن کی دیانت وامانت اور صداقت وراست بازی کی بھی تحقیق وتفتیش لازم ٹھہری، تاکہ جان بوجھ کر حدیث میں کذب بیانی، یا دین میں تلبیس وتبدیل کا امکان نہ رہ جائے۔

۳— نیز اِن دونوں پہلوؤں سے اطمینان کے بعد بھی، بڑے سے بڑے حافظِ حدیث اور امامِ زمانہ کے ہاں بشری تقاضے سے خطاونسیان اور اشتباہ والتباس کے خطرات موجود تھے، اس کے سدّ باب کے لیے محدثین کے ہاں تو ہر ہر روایت کے دیگر روایات اور طرق سے موازنہ اور مقارنہ کا نظام ہے، تاکہ اَکثر واَثبت اور اقویٰ واَوثق کی روایت کو راجح مان کر قبول کرلیا جائے، اور اُس کے معارِض جو روایت آئے اگر اُس کا اُس راجح روایت پر انطباق نہ ہوسکے تو اِس معارِض کو مرجوح قرار دے دیا جائے۔

۴— جب کہ فقہاء واصولیین کے ہاں یہ اُصول مقرر ہوا کہ ہر ہر روایت کو قرآنی اُصولوں اور

متواتر و مشہور احادیث سے ثابت شدہ ضابطوں پر پرکھا جائے، جو روایت اِن متفق علیہ قواعد وضوابط کے موافق ہو وہ علی الاطلاق قبول کی جائے، اور جو اِن سے معارض اور مخالف ہو، تو یا تو اس کا کوئی مناسب محمل نکال لیا جائے، یا اُس سے ثابت شدہ حکم کا درجہ کم کر دیا جائے، یا اس کو منسوخ کی قبیل سے مان لیا جائے، اور یہ سب ممکن نہ ہو تو اُس کو معلول ومخدوش قرار دے کر رد کر دیا جائے۔

اَخبارِ آحاد کی جانچ پڑتال، اور محدود اَفراد کے ذریعے نقل کی جانے والی احادیث وروایات کی حفاظت وصیانت کے نقطۂ نظر سے جو اصول وضوابط وضع کیے گئے، انہی اُصول وضوابط اور اُن کے لیے متعین کی گئی اصطلاحات کے مجموعہ کا نام ''علم الحدیث'' یا ''فن حدیث'' ہے۔

علم الحدیث اور تخصص :

ایک محقق عالم بننے کے لیے ویسے تو تمام دینی علوم وفنون کی کچھ نہ کچھ معرفت، اور واقفیت ضروری ہے، مگر کسی بھی علم وفن میں کمال ومہارت، یا کم از کم خاص اُنسیت اور مناسبت، اُس سے ایک طویل اشتغال اور اختصاص کے بغیر ممکن نہیں ہوتی۔

مبرّ دنحویؒ فرماتے ہیں: جو با کمال عالم بننا چاہتا ہے اُس کو چاہیے کہ ہر علم سے بقدر ضرورت حاصل کرلے، پھر کسی ایک فن کو اپنا موضوع بنائے، اور اسی میں کمال پیدا کرے۔ (''عمدۃ الکتاب'' للنحّاس النحوی ص ۱۴۶)۔

خلیل نحویؒ فرماتے ہیں کہ اگر اچھا عالم بننا چاہتے ہو تو کسی ایک فن میں اختصاص پیدا کرو

(''جامع بیان العلم وفضلہ'' لابن عبد البر ۱/ ۵۲۲)۔

امام محمدؒ کے خاص شاگرد اور حدیث ولغت کے مشہور امام ابو عبید القاسم بن سلامؒ فرماتے ہیں: مجھ سے کبھی بھی کسی جامع العلوم عالم نے مناظرہ نہیں کیا، مگر میں اُس پر غالب آ گیا، مگر جب کسی متخصص نے اپنے فن میں مجھ سے مناظرہ کیا تو وہ غالب رہا (''جامع بیان العلم وفضلہ'' لابن عبد البر ۱/ ۵۲۳)۔

لغت کے مشہور امام اصمعیؒ فرماتے ہیں: ہر فن میں مجھے اصل تعاون اُس کے متخصص سے ہی ملا۔

(''عمدۃ الکتاب'' للنحّاس النحوی ص ۱۴۷)۔

ویسے تو تمام علوم وفنون ہی کا معاملہ یہی ہے کہ اُن کے اندر کمال اور مہارت اُن میں خصوصی اشتغال کے بغیر نہیں حاصل ہوتی، مگر ''علم الحدیث'' اپنے موضوع کی شرافت، مقصد کی رفعت، مباحث کی وسعت،

مسائل کی کثرت، اور نتائج کی نزاکت کے لحاظ سے نہایت عظیم تر اور اہم ترین فن ہے، اِس لیے اِس سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے مزید اشتغال اور اختصاص درکار ہوتا ہے:

عبد اللہ بن المبارکؒ سے دریافت کیا گیا کہ: حدیث کی طلب کب تک جاری رکھنی چاہیئے؟ فرمایا: ''اگر اللہ چاہے تو موت تک'' (''جامع بیان العلم وفضلہ''لابن عبد البر ۱/ ۴۰۶)۔

عبد الرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں: حدیث کا طالبِ علم دلال کی مانند ہوتا ہے، چند روز بھی بازار سے دور رہے تو اُس کی فنی مہارت میں فرق آجاتا ہے (''الجامع لاخلاق الراوی''۲/ ۲۷۸)۔

حدیث شریف میں ہے: **تَعَاهَدُوا هذَا الْقُرْآنَ، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْإِبِلِ فِي عُقُلِهَا** (بخاری: ۵۰۳۳، ومسلم ۷۹۱)۔ (اِس قرآن کو لازم پکڑے رہو، خدا کی قسم یہ لوگوں کے سینوں سے اُس سے کہیں زیادہ جلدی نکل جاتا ہے، جتنا کہ اونٹ اپنی باندھی گئی رسی سے بھاگ نکلتا ہے)۔

توجس طرح قرآن کی حفاظت کے لیے اُس سے دائمی اشتغال ضروری ہے، اِسی طرح حدیث سے مناسبت پیدا کرنے اور اس کو باقی رکھنے کے لیے بھی دائمی اور ہمہ وقتی اشتغال ضروری ہے۔

البتہ طلبہ کے اندر اِس فن کا شوق وطلب پیدا کرنے کے لیے، بعض ماہرینِ فن اپنے ہاں ''شعبۂ اختصاص'' قائم کرتے ہیں، جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ طلبہ یہاں رہ کر اِس فن کے ابتدائی خطوط سے واقفیت اور اس کے اُصول ومبادی کی معرفت حاصل کرلیں گے، توجن کو ذوق وشوق ہوگا اُن کے لیے اِس اختصاصی نصاب ونظام کی روشنی میں اپنا آئندہ کالائحۂ عمل طے کرنے میں بتوفیقِ الٰہی سہولت اور آسانی میسر ہوگی۔

موقع کی مناسبت سے یہاں شیخین جلیلین: محقق العصر حضرت مولانا عبد الرشید صاحب نعمانی رحمہ اللہ (سابق رئیس شعبۂ تخصص فی الحدیث الشریف جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن) اور حضرت الاستاذ مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم العالیہ (شیخ الحدیث، وناظم اعلیٰ، ونگرانِ حال شعبۂ تخصص فی الحدیث الشریف جامعہ مظاہر علوم) کے مابین ہونے والی اُس مکاتبت کا ایک اقتباس پیش کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا، جو مقدمہ ''الدر المنضود'' کے ضمیمہ میں (۱/ ۲- ۱۴) درج ہے۔

حضرت مولانا عبد الرشید نعمانیؒ نے حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کو لکھا:

''یاد آتا ہے کہ ''تخصص فی الحدیث'' کے بارے میں آپ نے دریافت فرمایا تھا۔

محترما! تخصص تو وہ ہے جو شیخ کی خدمت میں رہ کر حاصل ہو، جیسے آپ کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں رہ کر حاصل ہوا، یا حضرت شیخؒ کو حضرت سہارنپوریؒ کی خدمت میں رہ کر حاصل ہوا۔

تجربہ بتاتا ہے کہ درجۂ تخصص کھولنے سے طلبہ کے دو سال اور لگ جاتے ہیں، اور حاصل کچھ نہیں ہوتا، بس وہی طالب علم فائدہ حاصل کرتا ہے جو اُستاد کا ہو رہے''۔

اِس کے جواب میں حضرت الاستاذ دامت برکاتہم نے تحریر فرمایا:

''جناب نے اِس مکتوبِ گرامی کے اخیر میں شعبۂ تخصص فی الحدیث کے بارے میں جو تحریر فرمایا ہے، اُس سے متعلق عرض ہے کہ اصل چیز تو وہی ہے جو جناب نے تحریر فرمائی، کہ تخصص تو وہ ہے جو شیخ کی خدمت میں رہ کر حاصل ہو، باقی اِس شعبہ کا فائدہ یہ ذہن میں ہے کہ طالب علم کو دو سال تک استادِ حدیث کی خدمت میں رہ کر (وہ) کتبِ حدیث جو اَب تک نہیں پڑھی ہیں، اور نہ اُس کی نظر سے گذری ہیں، وہ سامنے آجائیں تو ہوسکتا ہے؛ اِس کوشش کے ذریعہ کسی خوش قسمت کو اِس فن میں آگے بڑھنے کا شوق پیدا ہوجائے، اور وہ اِس میں لگ جائے، گویا اُس کو لائن پر لانا مقصود ہے۔

لیکن اگر کوئی اِس شعبہ سے فارغ ہو کر یہ سمجھنے لگے کہ اَب میں ''محدِّث'' بن گیا تو یہ اُس کی نادانی ہے، اور ایسے شخص کے لیے اِس شعبہ میں داخل ہونا ہی مضر ہے، اصل چیز سچی طلب ہے، اگر اِس شعبہ میں داخل ہونے سے کسی میں وہ پیدا ہوجائے تو یہ بہت بڑا فائدہ ہے''۔ انتہی

اِسی مناسبت سے یہاں ہمارے شعبۂ تخصصِ حدیث کے اولین رئیس، محدثِ کبیر، استاذِ گرامی حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی معروفی رحمہ اللہ کی وہ آخری وصیت ذکر کرنا بھی مناسب ہے جو آپ نے اپنے مرض الوفات میں شعبہ کے رفقاء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمائی تھی:

''ہمارا یہ شعبہ (تخصص فی الحدیث) تواضع ہی سے کامیاب ہوا ہے، اور جب تک یہ چیز باقی رہے گی، ترقی ہوتی رہے گی''۔ یہ بھی فرمایا کہ ''شعبہ کے سب لوگ ایک دوسرے کا خیال رکھیں، کوئی اپنے کو بڑا سمجھ کر اپنے کو کسی چیز کا مستحق نہ سمجھے''۔

امید کہ اِن متذکرہ بالا سطور سے حدیثِ پاک کی اہمیت، اور اس کے ساتھ ساتھ کسی متدین ومتقی، متصلب اور پختہ فکر عالم ومحدث کی نگرانی میں اِس فن میں اشتغال واختصاص کی ضرورت واہمیت بھی اچھی طرح واضح ہوگئی ہوگی، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو اِس سعادت سے بہرہ ور فرمائے، اور اِس عظیم نعمت کی قدردانی اور شکرگذاری کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔

شبِ قدر : ایک عظیم رات

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی

اللہ عزوجل نے امت محمدیہ پر جو خصوصی نوازشات اورانعامات فرمائے ہیں، ان میں سے ایک شب قدر بھی ہے، یہ بابرکت اور بے شمار خیر وخوبیوں سے معمور رات صرف امتِ محمدیہ ہی کو عطا ہوئی ہے، اس رات کی اہمیت اور قدر کو بتلانے کے لئے یہ بتلا دینا کافی ہے کہ اللہ عزوجل نے اس رات کے فضائل و برکات اور انوارات کو بیان کرنے کے لئے ایک مستقل سورۃ ''سورۃ القدر'' کے نام سے اپنی کتاب میں نازل کی ہے، جس میں اللہ عزوجل نے اس رات کے خصائص کا خود تذکرہ فرمایا ہے۔

لیلۃ القدر کیوں عطا ہوئی؟

امت محمدیہ کو شب قدر کا یہ بیش بہا انعام عطا کئے جانے کا سبب کیا ہوا؟ روایات سے اس کی مختلف وجوہات معلوم ہوتی ہیں: موطا مالک میں روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی امتوں کی عمروں کا علم ہوا کہ بہت لمبی ہوئیں اور اس کے مقابلہ میں میری امت کی عمریں بہت کم ہیں، جس کی بناء پر میری امت کے لوگ پہلی امت کے ساتھ اعمال میں مساوی نہیں ہوسکتے، اس بات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ ہوا تو حق تعالی نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی کہ اس ایک شب کی عبادت اور احیاء ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے بنی اسرائیل کے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مسلسل ایک ہزار ماہ تک ہتھیار بند رہا اور جہاد کرتا رہا، صحابہ کو یہ سن کر اس شخص پر بڑا رشک آیا، حق تعالیٰ نے اس کے عوض ان حضرات کو شب قدر عطاء فرمائی، اور سورۂ قدر نازل ہوئی (تفسیر قرطبی)

اور ایک روایت میں ہے کہ علی بن عروہ فرماتے ہیں کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز بنی اسرائیل کے چار حضرات یعنی حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت حزقیل اور حضرت یوشع بن نون علیہم السلام کا

ذکر فرمایا جو اسی سال تک حق تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی، اس پر صحابہ کو تعجب ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سورۃ القدر لے کر نازل ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ: آپ کی امت ان حضرات کی اسی سال کی عبادت پر تعجب کرتی ہے، اللہ نے ایک شب آپ کو ایسی عطا فرمائی ہے کہ اس میں عبادت کرنا اسی سال کی عبادت کرنے سے بہتر ہے (روح المعانی)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدت حکومت پانچ سو مہینے تھی اور ذوالقرنین کی مدت سلطنت بھی پانچ سو ماہ تھی، اللہ عزوجل نے اس امت کو لیلۃ القدر عطا کی کہ اس شب کی عبادت کا اجر وثواب ان دونوں بادشاہوں کی مجموعی مدت سلطنت یعنی ایک ہزار ماہ کی حکومت سے بہتر ہے۔

قرآن میں شب قدر کا ذکر:

اس امت کو شب قدر بخشے جانے کی وجہ اور اصل سبب کچھ بھی ہو؛ لیکن یہ وہ عطا اور بخشش کی رات ہے جس سے پچھلی امتیں محروم تھیں، اللہ عزوجل نے اس رات کی اہمیت بتلانے کے لئے ایک مستقل سورت نازل فرمائی، ارشاد باری عزوجل ہے: ہم نے اس کتاب کو اتارا شب قدر میں اور تم کو معلوم ہے شب قدر کیا چیز ہے؟ ہزار مہینے سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح الأمین اپنے رب کے حکم سے اترتے ہیں، اور یہ رات صبح ہونے تک امن وسلامتی کا باعث ہے۔

اللہ عزوجل نے اس رات کی عظمت کو بتانے کے لئے پہلے بیان بعد الابہام کا اسلوب اختیار فرمایا کہ پہلے مبہم طور پر بیان کرنے کے بعد پھر خود سے اس رات کی جلالت وعظمت کو تفصیلا بیان فرمایا کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، امام قرطبی کے مطابق اس شب میں عبادت ان ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے جن میں لیلۃ القدر شامل نہ ہو۔

اس شب کی فضیلت کو بتلانے کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ اس کو ہزار ماہ سے افضل اور بہتر قرار دیا گیا؛ لیکن اس کی مزید عظمت کو بیان کرنے کے لئے فرمایا اس میں فرشتے اور روح الامین اپنے رب کے حکم سے اترتے ہیں، امام قرطبی کے بیان کے مطابق: اس شب میں ہر آسمان سے حتی کہ سدرۃ المنتہی سے بھی فرشتے نازل ہوتے ہیں اور لوگوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں (قرطبی)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: اس شب میں ملائکہ کو زمین پر نازل کر کے بنی آدم کی

عبادت، انابت الی اللہ اور تسبیح اور تہلیل کا نقشہ دکھلانا مقصود ہوتا ہے؛ تا کہ بنی آدم کے بارے میں فساد اور خون مچانے والی مخلوق کہہ کر ان کی پیدائش اور خلقت کے تعلق سے جو شبہات اور اندیشے ظاہر کئے اس کا مشاہداتی جواب ان کو مل جائے۔

اللہ عزوجل نے اس رات کی ایک صفت سلام بیان فرمائی ہے، حضرت نافع رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: شب قدر پوری ہی سلامتی اور خیر والی ہے، اس میں کوئی شر نہیں، امام شعبی فرماتے ہیں کہ: سلام کے معنی یہ ہیں کہ اس شب میں غروب شمس سے طلوع فجر تک ملائکہ مومنین کے لئے سلامتی کی دعاء کرتے ہیں اور ہر مومن کو السلام علیکم ایہا المومن کہتے ہیں۔ ملائکہ کے اس نزول وصعود اور مومنین کے لئے دعا واستغفار کا سلسلہ صبح صادق تک جاری رہتا ہے۔(قرطبی)

لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ:

شبِ قدر کو شبِ قدر کیوں کہا جاتا ہے؟ قدر کے ایک معنی عظمت وشرف کے ہیں۔ زہری وغیرہ حضرات علما نے اس جگہ یہی معنی لئے ہیں اور اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی وجہ سے اس رات کی عظمت و شرف ہے۔ اور ابوبکر وراق نے فرمایا: اس رات کو لیلۃ القدر اس وجہ سے کہا گیا کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بے عملی کے سبب کوئی قدر و قیمت نہ تھی اس رات میں توبہ و استغفار اور عبادت کے ذریعہ وہ صاحب قدر وشرف بن جاتا ہے۔

قدر کے دوسرے معنی تقدیر و حکم کے بھی آتے ہیں، اس معنے کے اعتبار سے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہو گی کہ اس رات میں تمام مخلوقات کے لئے جو کچھ تقدیر ازلی میں لکھا ہے اس کا جو حصہ اس سال میں رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنیوالا ہے وہ ان فرشتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذِ امور کے لئے مامور ہیں، اس میں ہر انسان کی عمر اور موت اور رزق اور بارش وغیرہ کی مقداریں مقررہ فرشتوں کو لکھوا دی جاتی ہیں یہاں تک کہ جس شخص کو اس سال میں حج نصیب ہوگا وہ بھی لکھد یا جاتا ہے(قرطبی)۔

لیلۃ القدر کونسی رات میں ہوتی ہے؟

اتنی بات تو قرآن کریم کی تصریحات سے ثابت ہے کہ شب قدر ماہ رمضان المبارک میں آتی ہے مگر تاریخ کے تعین میں علما کے مختلف اقوال ہیں جو چالیس تک پہنچتے ہیں مگر تفسیر مظہری میں ہے کہ ان سب

اقوال میں صحیح یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان مبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے مگر آخری عشرہ کی کوئی خاص تاریخ متعین نہیں بلکہ ان میں سے کسی بھی رات میں ہوسکتی ہے وہ ہر رمضان میں بدلتی بھی رہتی ہے اور ان دس میں سے خاص طاق راتیں یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ میں از روئے احادیث صحیحہ زیادہ احتمال ہے۔

اس قول میں تمام احادیث جو تعیین شب قدر کے متعلق آئی ہیں جمع ہو جاتی ہیں جن میں ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ راتوں میں شب قدر ہونے کا ذکر آیا ہے۔ اگر شب قدر کو ان راتوں میں دائر اور ہر رمضان میں منتقل ہونے والی قرار دی جائے تو یہ سب روایات حدیث اپنی اپنی جگہ درست اور ثابت ہو جاتی ہیں کسی میں تاویل کی ضرورت نہیں رہتی، اسی لئے اکثر ائمہ فقہاء نے اس کو عشرہ اخیرہ میں منتقل ہونے والی رات قرار دیا ہے (ابن کثیر)

لیکن تمام اقوال میں راجح قول جمہور علماء کا ہے کہ وہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے جیسا کہ مسلم میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ : لیلۃ القدر ستائیسویں رات میں ہے اور ایک روایت میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ: خدا وحدہ لاشریک لہ کی قسم لیلۃ القدر جس میں قیام کرنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا میں خوب جانتا ہوں کہ وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ ان کے علاوہ حضرت ابن عباس، ابن عمر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی جیسا کہ ابن کثیر نے نقل کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ کہ وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔

لیلۃ القدر کے بعض فضائل:

صحیح بخاری میں حضرت صدیقہ عائشہ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **تحروا الیلۃ القدر فی العشر الاواخر من رمضان** یعنی شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **فاطلبوھا فی الوتر منھا** یعنی شب قدر کو رمضان کے عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں طلب کرو۔ (مظہری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جو شخص شب قدر میں ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہوا، اس کے پچھلے تمام

گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں (بخاری،مسلم)

اس رات کی سب سے بڑی فضیلت تو وہی ہے جو اس سورت میں بیان ہوئی ہے کہ اس ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں یعنی تراسی ۸۳ سال سے زائد کی عبادت سے بھی بہتر ہے، پھر بہتر ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں، کتنی بہتر ہے کہ دوگنی چوگنی دس گنی سوگنی وغیرہ سبھی احتمالات ہیں۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: شب قدر میں وہ تمام فرشتے جن کا مقام سدرۃ المنتہی پر ہے جبرئیل امین کیساتھ دنیا میں اترتے ہیں اور کوئی مومن مرد یا عورت ایسی نہیں جس کو وہ سلام نہ کرتے ہوں بجز اس آدمی کے جو شراب پیتا یا خنزیر کا گوشت کھاتا ہو۔اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص شب قدر کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم بدنصیب ہے۔

شب قدر کے اعمال:

شب قدر اللہ عزوجل کی ایک عظیم نعمت ہے کہ اس کا پالینا اور اس میں ذکر وعبادت میں مشغول رہنا سعادت عظمی اور فلاح دارین کا باعث ہے، جو خوش قسمت اس شب کو پائے اسے چاہئے کہ اس میں اس دعا کا زیادہ اہتمام کرے جو حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ: اگر میں شب قدر کو پاؤں تو کیا دعا کروں آپ نے فرمایا کہ: یہ دعا کرو **اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی** یا اللہ آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور معافی کو پسند کرتے ہیں۔میری خطائیں معاف فرمائیے۔(قرطبی)

کم ازکم اگر کسی کو اس شب میں پوری رات عبادت وذکر کی ہمت اور توفیق نہ ہو تو جس قدر بھی ممکن ہو سکے اس کے شرف سے محروم نہ رہے اور کم ازکم مغرب وعشاء کی نماز باجماعت کا ضرور اہتمام کرے، امام قرطبی نے عبید اللہ بن عامر بن ربیعہ کی روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: جس نے شب قدر کی مغرب وعشاء کی نماز باجماعت ادا کی اس نے شب قدر سے اپنا حصہ پالیا، مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کو اس رات کا کچھ نہ کچھ حصہ مل جائے، اگرچہ تمام شب بیداری کرنے والے کا حصہ اس سے زیادہ اور بہتر ہے۔اللہ ہمیں توفیق ارزانی عطا کرے۔

لائقِ عمل

ماہ مبارک مکدر نہ کریں

مفتی شعیب احمد صاحب بستوی مظاہری
معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

اللہ رب العزت نے امت محمدیہ کو ایسی بہت ساری چیزیں عطا فرمائی ہیں جو گذشتہ امتوں میں سے کسی کو نہیں دیں انہیں میں سے رمضان المبارک کا مہینہ بھی ہے۔ روزے پہلی امتوں پر بھی فرض تھے جیسا کہ قرآن میں موجود ہے **یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم** لیکن اس طرح پورے ایک مہینہ کا روزہ صرف امت محمدیہ کی خصوصیت ہے۔

قرآن وحدیث کے اندر اس کی فضیلتیں اس قدر ہیں کہ عالم تو عالم ایک عامی بھی اس سے واقف ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس مہینہ میں ہر مسلمان اپنی طاعات وعبادات میں اضافہ کرلیتا ہے حتی کہ وہ لوگ بھی جو سال کے گیارہ مہینہ نماز یا کسی عمل خیر میں نہیں لگتے وہ بھی نماز وغیرہ کا اہتمام کرنے لگتے ہیں یقینا یہ رمضان المبارک کی قدردانی ہے جو باعث فوز وفلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ جتنی بھی توفیق دے طاعات وعبادت کرنی چاہیئے اس میں سستی اور کاہلی تو گھاٹے کا سودا ہے۔ اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دوا کا مکمل فائدہ اسی وقت نظر آتا ہے جب کہ بدپرہیزی نہ ہو اسی طرح طاعات وعبادت کا مکمل اثر اس وقت ہوگا جب کہ اس کے ساتھ معصیت اور اللہ کی نافرمانیاں نہ ہوں گناہوں کی بدپرہیزی عبادات کے اثر کو زائل کردیتی ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طرح کسی جگہ اور وقت کی وجہ سے طاعات کے اجر وثواب میں اضافہ ہوجاتا ہے اسی طرح اس وقت یا اس جگہ میں اگر کوئی گناہ اور نافرمانی کی جائے تو عذاب وعقاب میں اضافہ ہوتا ہے چنانچہ سورۂ توبہ کی آیت ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھراً (الی قولہ) فلا

تظلموا فیھن انفسکم کے تحت مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے (تفسیر مظہری ۴/۲۰۱،۲۰۲، بیان القرآن ۴/۱۱۰)

لہٰذا ہم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ جس طرح وہ اپنے اعمال صالحہ میں اضافہ کرتا ہے رمضان المبارک میں غیر شرعی اور ناپسندیدہ عمل سے بچے اور اگر کسی بدنصیب کو اس ماہ مبارک میں بھی اچھے کاموں کی توفیق نہ ہو تو کم از کم اتنا تو کرے کہ دوسرے معاصی تو اس ماہ میں نہ کرے اسی طرح بہت سی چیزیں اس ماہ میں جانے یا انجانے ایسی انجام دی جاتی ہیں کہ ہم انہیں کار ثواب اور موجب خیر سمجھتے ہیں جب کہ وہ چیزیں شرعاً ناپسندیدہ اور قابل ترک ہیں ذیل میں کچھ ایسی ہی چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں جنہیں ہم کرتے ہیں جب کہ وہ ہمیں نہ کرنی چاہئیں۔

تراویح اور ختم قرآن شریف

تراویح اور ختم قرآن دو الگ الگ سنتیں ہیں پورے مہینہ جماعت کے ساتھ بیس رکعت تراویح ادا کرنا ایک مستقل سنت بلکہ رمضان کی مبارک راتوں کا اصل وظیفہ یہی ہے اور پھر اسی تراویح میں پورا قرآن پاک ایک مرتبہ پڑھنا یا سننا یہ دوسری سنت ہے گویا یہ دوسری سنت پہلی سنت پر موقوف ہے لیکن آج کل رمضان المبارک میں بالخصوص سہارنپور اور اطراف سہارنپور میں یہ چیز بکثرت سامنے آرہی ہے کہ لوگ اس دوسری سنت (ختم قرآن) کا بظاہر بہت اہتمام کرتے ہیں اور اصل سنت (تراویح) کا کچھ زیادہ اہتمام نہیں کرتے اور ختم قرآن میں بھی شرعی طریقہ کی رعایت نہیں کرتے بلکہ ان کے ظاہر حال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک بوجھ ہے جس کو جلد از جلد سر سے اتار پھینکنا چاہتے ہیں چنانچہ کہیں تین دن، پانچ دن، سات دن اور اکثر دس دن میں ایک قرآن پاک سن لیا جاتا ہے۔

نہ امام کی طرف کسی کی نگاہ جاتی ہے کہ وہ لائق امامت ہے بھی یا نہیں۔ نہ اس کی شکل وصورت دیکھتے ہیں اور نہ اس کا لباس وحلیہ نہ اس کا خیال ہوتا ہے کہ یہ صرف رمضانی نمازی ہے بھلا جو شخص غیر شرعی شکل وصورت غیر شرعی لباس اور پورے سال نماز نہ پڑھنے والا ہو کیا وہ اس قابل ہے کہ آپ اسے تراویح کے لیے مصلیٰ پر کھڑا کردیں۔

اسی طرح نہ اس کا خیال ہوتا ہے کہ صحیح پڑھ رہا ہے یا صرف یعلمون اور تعلمون والا حافظ ہے عموماً جلدی اور تیز پڑھنے والے حافظ کو پسند کیا جاتا ہے چاہے اس کے لیے گھر سے دور دوسرے محلہ میں

جانا پڑے اور پھر ختم قرآن شریف کے بعد دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ ان میں سے اکثر تو تراویح اور بعضے نماز عشاء کو بھی سلام کہہ دیتے ہیں چنانچہ اگر آپ ان سے یہ معلوم کریں کہ بھائی آپ تراویح کہاں پڑھتے ہیں تو بہت اطمینان سے فرمائیں گے میں نے تو اتنے دن کا سن لیا گویا کہ اصل فریضہ جو تھا وہ میں نے پورا کرلیا مگر یہ عمل شرعاً ناپسندیدہ ہے۔

اس سلسلہ میں پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ تراویح جو پورے رمضان کا وظیفہ ہے اسے ختم ماہ تک اہتمام کے ساتھ باجماعت ادا کرنا چاہئے اور ایسے حفاظ کے پیچھے ادا کرنا چاہئے جو لائق امامت، قرآن کو صحیح اور صاف پڑھنے والے اور قرآن کے حقوق کی رعایت کرنے والے ہوں۔ تین دن، پانچ دن اور سات دن میں ختم کرنا قرآن کی حق تلفی ہے۔

گھروں یا دوکانوں میں تراویح کی جماعت

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنے دن بھی تراویح پڑھنا ثابت ہے وہ جماعت کے ساتھ اور مسجد میں پڑھنا ثابت ہے آپ کے بعد خلفاء راشدین اور دوسرے صحابۂ کرام کا معمول بھی یہی رہا اور یہی حنفیہ کا مسلک ہے کہ مسنون تراویح وہ ہے جو جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کی جائے لہٰذا جو شخص تنہا یا جماعت کے ساتھ اپنے گھر میں تراویح ادا کرے تو اس کو مسنون تراویح کا ثواب حاصل نہ ہوگا کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف کیا۔ (بدائع الصنائع ۱/۲۸۸)

لہٰذا اپنی سہولت کی خاطر چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر مختلف جگہوں پر تراویح کی جماعت کرنا پسندیدہ نہیں ہے تراویح اگرچہ ادا ہوجائے گی مگر مسجد کی فضیلت اور مسنون تراویح کے ثواب سے محرومی رہے گی جو کہ رمضان جیسے مبارک مہینہ میں انتہائی نقصان کی چیز ہے اور اگر عشاء کی جماعت بھی وہیں کرنے لگیں جیسا کہ رواج بنتا جارہا ہے، یہ اور بھی غلط اور قابلِ ترک ہے۔

البتہ اگر کوئی حافظ قرآن ایسا ہو کہ اسے کوئی جگہ نہیں ملی اور وہ حفاظت قرآن کی غرض سے مسجد کے علاوہ دوسری جگہ میں تراویح پڑھائے تو ان کے لیے بہتر ہے کہ عشاء کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کریں۔

نابالغ بچوں کا روزہ رکھوانا

نابالغ بچہ معصوم اور گناہوں سے پاک ہے نماز روزہ نہ کرنے پر اسے کوئی زجر و توبیخ نہیں لیکن بڑا

ہو کر نماز روزہ میں کوتاہی نہ کرے اس لئے بلوغ سے قبل ہی اسے نماز، روزہ کی تلقین کرنی چاہئے تا کہ اس کی عادت بن جائے اور پھر ایک دم اس پر گراں نہ ہولیکن آج کل جو رواج بنتا جارہا ہے کہ بچے کا روزہ رکھوا کر اس کی آڑ میں لوگوں کی دعوتیں کی جاتی ہیں اعزاء واقرباء، دوست واحباب کی اچھی خاصی بھیڑ ہوتی ہے آنے والوں میں مرد وعورتیں سبھی ہوتے ہیں عموماً بے پردگی ہوتی ہے کھانے میں فخر ومباہات اور نمائش کا پہلو غالب ہوتا ہے پھر اس میں ہدیہ وتحائف کا لین دین بھی ہوتا ہے مگر وہ ہدیہ نہیں بلکہ قرض بشکل ہدیہ ہوتا ہے کہ جب دوسرے کا بچہ روزہ رکھے گا تو ان کو دینا پڑے گا چاہے گنجائش ہو یا نہ ہو اور بہت سے لوگ اس دعوت کے طفیل اچھے خاصے مقروض ہوجاتے ہیں، بلکہ بہت سی مرتبہ سودی قرض لے کر یہ دعوت کی جاتی ہے۔

اور سب سے افسوس ناک بات یہ ہوتی ہے کہ اکثر لوگوں کی مغرب کی جماعت چلی جاتی ہے اور پھر بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو نماز مغرب ہی نہیں پڑھتے، بچہ کا روزہ رکھنا ایک نفل ہے تو ایک ایسا عمل جو بہت سے فرائض کے چھوڑنے کا سبب بنے کسی طرح درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی کو سخت گناہ قرار دیا ہے اور یہ سب فضول خرچی اور اسراف ہے لہٰذا رمضان جیسے مبارک مہینہ میں یہ اسراف اور فضول خرچی زیادہ برا عمل ہے۔

بعضوں نے یہ بھی بیان کیا کہ بعض جگہ تو پورے مجمع کی ویڈیو کیسٹ تیار کی جاتی ہے جس کا ناجائز ہونا ظاہر ہے۔

افطار پارٹی

کسی روزہ دار کو افطار کرانے کا بہت زیادہ ثواب ہے حدیث شریف میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے انتہائی مبارک عمل ہے لیکن شریعت کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ کسی طاعت پر اجر وثواب اسی وقت ملتا ہے جب کہ وہ عمل طاعت کی نیت اور شرعی طریقہ کے مطابق انجام دیا جائے۔ موجودہ دور میں جو افطار پارٹی کے نام سے دعوت ہوتی ہے ان میں عموماً ریاء اور دکھلانے کی شان ہوتی ہے افطار کے نام پر اسراف اور فضول خرچی ہوتی ہے اور دعوت کے طفیل کھانے والوں کی عموماً مغرب کی جماعت تو چلی ہی جاتی ہے اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو نماز ہی کو سلام کہہ دیتے ہیں لہٰذا یہ بھی ایک رسم ہے جو قابل ترک ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔

بہت سی جگہوں پر دیکھا گیا ہے کہ اس دعوت میں غیر مسلم حضرات بھی مدعو ہوتے ہیں اور اس کا نام

رواداری اور بھائی چارگی رکھا جاتا ہے بھلا یہ کون سا موقع ہے انہیں بلانے کا۔ افطار کرانا تو خالص عبادت، قبولیت دعاء اور نزول رحمت کا خاص وقت ہے ایسے وقت میں ان لوگوں کو شریک کرنا جو اللہ کی رحمت سے دور ہیں، کس طرح درست ہوگا۔ اسی لیے فقہاء نے کسی کافر کے جنازہ کے ساتھ جانے کو منع لکھا ہے کیونکہ وہ نزول عذاب کا خاص وقت ہوتا ہے اور مؤمن مستحق عذاب نہیں۔

اور اب تو غیر مسلموں کی طرف سے بھی افطار پارٹی ہونے لگی ہیں ایسی دعوت میں شرکت شرعی نقطہ نظر سے ہٹ کر غیرت اسلامی کے بھی خلاف ہے کہ روزہ جیسی اہم عبادت کو کسی غیر مسلم کے لقمۂ تر سے افطار کرنا جب کہ یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کھانا حلال آمدنی سے تیار ہوا ہے یا حرام سے۔ کیوں کہ ان کے یہاں تو حلال وحرام کا کوئی معیار نہیں سود بھی حلال، بیاج بھی حلال اور رشوت بھی حلال۔

لہٰذا رمضان المبارک میں ان غیر شرعی اور لایعنی کاموں میں پڑ کر اپنی طاعت وعبادت کے ثواب کو ضائع ہونے سے بچائیں اور ماہ مبارک مکدر نہ کریں اگر طاعات کا اہتمام نہیں کرتے تو کم از کم گناہوں اور غیر شرعی کاموں سے تو ضرور احتراز کریں۔ پہلے ہی سے گناہوں کا بوجھ کیا کچھ کم ہے کہ مبارک مہینہ میں اس میں اور اضافہ کرتے ہیں۔ ☆☆☆

روزہ کی حکمت: قوتِ ملکیت کو بہیمیت پر غالب کرنا

انسان میں دو قوتیں ہیں، ملکیت اور بہیمیت، ہر ایک کی غذا علیحدہ علیحدہ ہے اور راحت ورنج کے اسباب بھی الگ الگ ہیں، چونکہ جسم عناصر میں سے ہے، اس لیے اس کی غذا بھی خالص عناصر سے ہے اور چونکہ ملکیت عالمِ اعلیٰ سے ہے، اس لیے اس کی غذا بھی وہیں سے ہے، یعنی ذکر اللہ۔ باعتبارِ مقاصد زندگی کے ملکیت راجح ہے، کیونکہ جس وقت ملکیت غالب آجائے تو دنیا اور آخرت حاصل ہوگی اور باعتبار حصول غذائیت جسمانی کے جسمیت راجح ہے، کیونکہ آٹھ پہر میں سے تھوڑا سا وقت تو عبادت کے لیے ہو، جو ملکیت کے لیے غذا ہے اور باقی تمام وقت غذائے بہیمیت کے لیے ہے، اس نقصان کے جبیرہ کے لیے بہترین وقت مقرر کیا گیا ہے کہ تمام رمضان شریف روزہ رکھا جائے، تا کہ سارے سال کے نقصان کی تلافی ہو سکے۔ مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمہ تفسیرِ لاہوری/ جلد اول، صفحہ، ۵۳۶ / ۵۳۷

اہلِ خیر حضرات متوجہ ہوں

مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے ملک کے بیشتر علاقوں میں سفراء حضرات فراہمیٔ مالیات کا کام کررہے ہیں، یہ سفراء حضرات تقریباً سال کے اکثر حصہ میں اپنے حلقہ میں پہنچ کر فرائض منصبی انجام دیتے ہیں اور معاونین مدرسہ کے عطیات ان کی خواہش کے مطابق دینی مصرف پر خرچ کرنے کے لیے مدرسہ میں لاکر جمع کرتے ہیں۔

ماہ رمضان کے مبارک مہینے میں خیر اور طاعات کی جانب لوگوں کا رجحان زیادہ ہوتا ہے اسی لئے امت کے اکثر حضرات اسی ماہ میں زکوٰہ، صدقات اور مدارس کے تعاون کی طرف راغب ہوتے ہیں، اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ مظاہر علوم کی جانب سے ملک کے مختلف حلقوں میں جو سفرائے کرام سفر کرتے ہیں ان کی فہرست اور ان کا رابطہ نمبر شائع کردیا جائے تاکہ خیر کے متلاشی حضرات کے لئے سہولت ہو۔

نوٹ: واضح رہے کہ تمام سفراء کرام مدرسہ کے تنخواہ دار ملازم ہیں، کمیشن پر ادارہ ہرگز کام نہیں کراتا اور نہ ہی اس کو جائز سمجھتا ہے۔

جن حضرات اہل خیر کی خدمات میں ہمارے مدرسہ کے نمائندے کسی وجہ سے نہ پہونچ سکیں اور وہ مدرسہ مظاہر علوم کا تعاون کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے بینک اکاؤنٹس کی تفصیلات درج کی جارہی ہیں

بینک اکاؤنٹ کی تفصیلات

BANK NAME	A/C No.	IFSC CODE
BANK OF INDIA	781020100102182	BKID0007810
BANK OF BARODA	00810200000029	BARB0MOREGA
IOBA	043402000001333	IOBA0000434
CANARA BANK	1627201001761	CNRB0001627

گذارش: رقم ٹرانسفر کرنے کے بعد فون نمبر 7895317737 — 7895886868 پر ضرور اطلاع کریں تاکہ بروقت معطی کو مدرسہ کی رسید بھیجی جاسکے۔

نقشہ حلقہ جات سفراء کرام مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نمبر شمار	اسماء گرامی سفراء کرام	علاقہ
۱	حافظ انیس الدین صاحب 9211314978	شہر دہلی قدیم وجدید
۲	مولانا محب الرحمن صاحب قاسمی 9427326469	احمد آباد، بناس کانٹھا، سابرکانٹھا، مہسانہ، کچھ، بھوج (گجرات)
۳	مولانا فاروق اعظم صاحب قاسمی 9407555569	مالی گاؤں، جلگاؤں، دھلیہ، آکولہ، امراوتی، بھوپال، ناگپور
۴	مولانا نسیم الدین صاحب مظاہری 9149135367	بنارس، اعظم گڈھ، مئو، جونپور، الہ آباد، مغل سرائے، مرزاپور، غازی پور
۵	مولانا مسیح اللہ مظاہری صاحب 8193925616	کانپور، باندہ، جھانسی، قنوج، فرخ آباد، اناؤ، لکھنؤ، فتح پور
۶	مولانا محمد اسرار صاحب مظاہری 9997862244	شہر ممبئی
۷	مولانا محمد ہارون صاحب مظاہری 8979202800	مرادآباد، رامپور، ہردوئی، بریلی، بہرائچ، شاہ جہانپور، سیتاپور، پرتاپ گڈھ
۸	مولانا مظفر عالم صاحب مظاہری 9714710768	بھروچ، سورت، بلساڑ، نوساری، گجرات
۹	مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری 9359209995-7017301611	آگرہ، علی گڈھ، فیروزآباد، متھرا، فریدآباد
۱۰	مولانا محسن عالم صاحب مظاہری 9027789785	پونہ، ستارہ، کراڈ، کولہاپور، بیل گام، گوا، رتنا گری، شولاپور (مہاراشٹر)
۱۱	مولانا محمد اشرف صاحب مظاہری 9557857749	بلندشہر، سکندرآباد، خورجہ، ایٹہ، مین پوری، بدایوں
۱۲	مولانا رفیق احمد صاحب مظاہری 9829438013	اجمیر، ناگور، اودے پور، جودھپور، بیکانیر، مکرانہ، سیکر، فتح پور (راجستھان)
۱۳	مولانا ارشاد احمد صاحب قاسمی 9908996963	حیدرآباد، سکندرآباد، محبوب نگر، گلبرگہ، نیلور، ورنگل، چتور، گنٹور (اے پی)

۱۴	منشی محمد یوسف صاحب 6398564536	سردھنہ، موانہ، باغپت، بڑوت، کھتولی، مظفر نگر
۱۵	حافظ ناصر صاحب 9411295655	جمنا نگر، پانی پت، کاندھلہ، کیرانہ، شاملی وغیرہ
۱۶	مولانا قطب الدین صاحب مظاہری 7417371108	میرٹھ و تحصیل میرٹھ، اورنگ آباد، لاتور، جالنہ، پربھنی، ہنگولی، ناندیڑ، عثمان آباد وغیرہ
۱۷	مولوی طارق انور صاحب 7033069145	بڑودہ، پنچ محل، کھیڑہ، کاٹھیاواڑ، گودھرا (گجرات)
۱۸	حافظ مشرف علی صاحب 8859606183	بھیونڈی، واطراف بمبئی
۱۹	مولانا محمد مسلم صاحب مظاہری 93127221460	جعفر آباد، سیلم پور، لکشمی نگر، غازی آباد، اطراف دہلی، مصطفی آباد
۲۰	مولانا محمد امتیاز صاحب مظاہری 9449363177	شہر بنگلور، کرناٹک
۲۱	مولانا پرویز مظاہری صاحب 9509690294	گنگا نگر، کوٹہ بوندی، ٹونک، سوائی مادھوپور، جے پور (راجستھان)
۲۲	حافظ عطاء اللہ قمر صاحب 9917102626	روڑکی، ہری دوار، دہرہ دون (اتراکھنڈ) ہلدوانی، نینی تال، الموڑہ، باگیشوری، جیون گڑھ
۲۳	حافظ محمد عرفان صاحب 8393059963	قصبہ سرساوہ، چلکانہ، بہٹ وغیرہ، سہارنپور
۲۴	مولانا نور عالم صاحب قاسمی 9837650686	ترکمان گیٹ، اطراف جامع مسجد، نظام الدین، اوکھلا، حوض رانی سنگم وہار، مہرولی، گڑگاواں وغیرہ
۲۵	مولانا نیر عالم صاحب مظاہری 6200113817	چھتیس گڈھ و مدھیہ پردیش
۲۶	سید قاری عبد الرحمان صاحب 9756124970	گنگوہ، بجنور، مالیر کوٹلہ، بستی، گورکھپور
۲۷	مولانا محمد جنید مظاہری صاحب 8630026280	مدراس، تاملناڈو
۲۸	مولانا محمد صادق صاحب مظاہری 6200780540	کلکتہ، بنگال اور بہار
۲۹	مولانا منصور عالم صاحب مظاہری 9619716892	شہر کلکتہ (ویسٹ بنگال

۳۰	مولانا مسرور عالم صاحب مظاہری 6396265022	بہار وجھارکھنڈ
۳۱	مولانا مرسلین صاحب مظاہری 9837886465	رائے چوٹی (اے پی) کیرالہ
۳۳	مولانا عبدالرزاق صاحب مظاہری 9720367537	شہر دہلی قدیم وجدید
۳۴	مولانا عبدالواحد صاحب مظاہری 9997311284	کرناٹک
۳۵	حافظ محمد محسن صاحب سہارنپوری 9897791628	شہر سہارنپور
۳۶	مولانا عبدالواجد صاحب مظاہری 8650932618	سہارنپور واطراف
۳۷	قاری ممتاز احمد مظاہری 8445450842	امیٹھی، اوریا، بلیا، بلرامپور، گونڈہ، کشی نگر، لکھیم پور، کاس گنج، پیلی بھیت، سدھارتھ نگر وغیرہ

فضلائے مدارس متوجہ ہوں

ماہنامہ مظاہر علوم ایک دینی ودعوتی رسالہ ہے اس کے مقاصد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ فضلائے مدارس دعوت وتبلیغ اور اشاعت اسلام کے لئے تحریر وقلم کے فن سے واقف ہوں لہذا فضلائے مظاہر علوم سے بالخصوص اور تمام فضلائے مدارس سے عموماً گذارش ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لئے اپنی دینی، دعوتی، اصلاحی اور معلوماتی تحریریں دفتر ماہنامہ مظاہر علوم کو ارسال فرمائیں۔ Email: jamiamazahir@gmail.com

تبرکاتِ اکابر

ملفوظات

از محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ وحکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

مرتب: مولانا مفتی شعیب احمد بستوی

معین مفتی دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور

محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ پولیس والا اور پوسٹ مین اپنی اپنی وردی سے شناخت کر لئے جاتے ہیں، مگر آج کل طالب علم دین کا تعارف کرانا پڑتا ہے، کیونکہ علماء وصلحاء کی وضع قطع (شکل وصورت، لباس و پوشاک) کا اہتمام نہیں، جب کہ صالحین کی صورت اختیار کرنے سے صلاحیت کی حقیقت بھی منتقل ہو جاتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے کہ اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو، **التائب من الذنب كمن لا ذنب له** (الحدیث) پس قیامت کے دن اگر کاملین میں نہ ہونگے تو تا فظین (توبہ کرنے والوں) میں ہونا بھی بڑی دولت ہے، لہٰذا توبہ کا اہتمام بہت ضروری ہے، اور توبہ کے وقت اس گناہ کے ترک کا قوی ارادہ کرے اور خدا تعالی سے استقامت کی دعا بھی کرے۔ (مجالس ابرار)

نوٹ: حضرت محی السنہؒ کا ملفوظ چونکہ توبہ کے تعلق سے ہے اور ماہ رمضان المبارک بھی سایہ فگن ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے حضرت کے پیر و مرشد حضرت اقدس تھانویؒ کے ارشادات عالیہ سے توبہ کے متعلق کچھ ضروری معلومات پیش کر دی جائیں، شاید اللہ کے کسی بندہ کو اس ماہ مبارک میں اس کی بدولت سچی پکی توبہ کی توفیق مل جائے اور اس کا بیڑا پار ہو جائے اور اُس مغفور و ماجور کی بدولت اِس سیہ کار کے گناہوں کے بوجھ میں کچھ کمی ہو جائے۔

حقیقتِ توبہ: گناہ کو یاد کر کے دل کا دُکھ جانا اور اسی کے ساتھ لازم ہے اس گناہ کو ترک کر دینا اور آئندہ کو پختہ ارادہ رکھنا کہ اس کو ہرگز نہ کریں گے اور ناجائز خواہش کے وقت نفس کو روکنا یہ توبہ کہلاتا ہے۔

ضرورت توبہ: توبہ کے معنی اور حقیقت سمجھنے کے بعد واضح ہو گیا کہ توبہ ہر شخص پر واجب ہے، کیونکہ حق تعالی نے تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے ”اے ایمان والو! تم سب توبہ کرو، تا کہ فلاح پاؤ“

چونکہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ گناہوں کو اخروی زندگی کے لئے سمِّ قاتل اور مہلک سمجھے اور ان کے چھوڑنے کا عزم کرے۔

اتنا مضمون تو ایمان کا جز ہے اس لئے ہر مومن پر اس کا واجب اور ضروری ہونا تو ظاہر ہے ، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”بیشک میں ہر روز ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں“

عصمتِ انبیاء (انبیاء کا گناہوں سے پاک ہونا) ایک مسلمہ مسئلہ ہے مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دن میں ستر مرتبہ استغفار فرما رہے ہیں، جب یہ انبیاء بلکہ سردار انبیاء کی حالت ہے تو ہم کس شمار میں ہیں۔ (دعوات عبدیت)

طریقۂ توبہ: گذشتہ گناہوں پر ندامت، حقوق العباد کے ادا کرنے کا عزم و اہتمام یا اہلِ حقوق سے معافی، جو فرائض وواجبات ترک ہو گئے ہوں ان کے قضاء کا اہتمام، اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً دو رکعت صلاۃ التوبہ پڑھ کر توبہ کریں، زبان سے بھی توبہ کریں اور رُو رُو کر ورنہ کم از کم رونے کی شکل بنا کر اللہ تعالی سے خوب معافی مانگیں، اس کی پرواہ نہ کریں کہ توبہ ٹوٹ جائے گی، جب بھی توبہ ٹوٹ جائے فوراً دوبارہ توبہ کر لیں، مگر شرط یہ ہے کہ توبہ دل سے ہو، یعنی توبہ کے وقت یہ پختہ عزم ہو کہ اب یہ گناہ نہ کریں گے، اس طرح توبہ کر کے اگر سو مرتبہ بھی توبہ ٹوٹے تو کچھ پرواہ نہ کریں ، ہر مرتبہ توبہ کرتے رہیں، تو خدا تعالی کے مقبول اور اہلِ طاعت بندوں میں شمار ہوں گے۔ (تلخیص از بصائرِ حکیم الامت)

توبہ کی حد: ایک مرتبہ توبہ کے بعد گذشتہ گناہوں کے غم میں نہ رہے ، بلکہ کام میں لگے، ورنہ گناہوں کا تصور اور غم بھی اس کے اور محبوبِ حقیقی کے درمیان طبعی طور پر حجاب بن جاتے ہیں، بندہ اپنے محبوبِ حقیقی (اللہ تعالی) کے مشاہدۂ دائمی کے لئے پیدا ہوا ہے نہ کہ گناہوں کے مراقبہ کے لئے، توبہ کے بعد گناہوں کے استحضار کی کیا ضرورت رہی کیونکہ گناہوں کا استحضار مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ مقصود بالغیر ہے، توبہ کے بعد قصداً ان کا استحضار ان کو مقصود بالذات بنانا ہے۔

اگر کوئی کوتاہی (گناہ) ہو جائے تو اس کے غم میں بیٹھ جانا اور مسلسل اسی کی فکر میں لگے رہنا یہ کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے، بس ایک مرتبہ خوب اچھی طرح توبہ کر کے بات ختم کر دے اور اپنے کام میں لگے، کام میں لگنے سے خود ہی کمی کا تدارک ہو جائے گا، بس کثرتِ استغفار کے وقت محض یہ اجمالی استحضار کافی ہے کہ میں گناہگار ہوں، اور اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ (تلخیص از بصائرِ حکیم الامت)

واقعات الفتاویٰ

فتاوی مظاہر علوم

مفتی بشیر احمد سہارنپوری
نائب مفتی دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور

اخیر عشرۂ رمضان کے اعتکاف کی فضیلت اہمیت اور حکم:

محلہ کی کسی ایک مسجد میں ماہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف سنت ہے، اس کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے اور یہ بہت نرالی اور عاشقانہ عبادت ہے اس میں بندہ اللہ کو راضی کرنے اور اس سے اپنے آپ کو بخشوانے کے جذبہ سے اپنے آپ کو اس کے در پر ڈال دیتا ہے اور کچھ دنوں کے لئے تمام دنیوی کام وکاج چھوڑ کر اللہ کے در پر آپڑتا ہے، اور ہر ماسوا سے اپنے آپ کو منقطع کر کے اللہ سے لولگالیتا ہے، یقینا مغفرت کے متلاشی اور عبادات کے خوگر بندوں کے لئے اعتکاف ایک بہترین عبادت اور موقع ہے۔

اعتکاف مسنون کی نیت:

اعتکاف کے لئے نیت کا ہونا ضروری ہے کہ دل میں نیت کرے کہ میں اللہ کی رضاء کے لئے رمضان کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں، نیت دل سے کرلینا بھی کافی ہے البتہ زبان سے کہہ دینا بہتر ہے۔

اور مسنون اعتکاف کی نیت ۲۰ ؍رمضان کا سورج غروب ہونے سے پہلے کرنا ضروری ہے۔

اعتکاف مسنون کا وقت:

اعتکاف مسنون کے لئے ۲۰ ؍رمضان کو سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد آجانا معتکف کے لئے ضروری ہے اور عید کا چاند نظر آنے پر اعتکاف بھی پورا ہوجائے گا۔

نوٹ: جولوگ کسی وجہ سے پورے عشرہ کا اعتکاف نہیں کرسکتے تو ان کو جتنے کا موقع مل رہا ہو اتنے ہی دن نفلی اعتکاف کے لئے بیٹھ جائیں، کیونکہ اس کی بھی بڑی فضیلت ہے، اسی طرح وہ حضرات جو دن میں

کام کاج کی وجہ سے اعتکاف میں نہیں بیٹھ سکتے تو وہ رات کو ہی نفلی اعتکاف کرلیا کریں۔

اعتکاف کا مقام اور محل:

مردوں کو مسجد میں اعتکاف کرنے کا حکم ہے، اس لئے معتکف کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسجد کی شرعی حدود سے واقف ہو کیونکہ اس بارے میں ذرا بھی کوتاہی اعتکاف کو فاسد کردیتی ہے، اس لئے اعتکاف شروع کرنے سے پہلے مسجد کی حدود معلوم کرنا اشد ضروری ہے۔

حدود مسجد: ویسے تو مسجد اس پورے احاطہ کو کہا جاتا ہے جو مسجد کے لئے وقف ہوتا ہے، لیکن اعتکاف کا تعلق صرف عین مسجد کے ساتھ ہے، عینِ مسجد سے مراد وہ تمام جگہ ہے جس کو مسجد کے بانی نے خاص مسجد قرار دیا ہو، یعنی جو نماز کے لئے مخصوص ہو، جس میں چپل پہن کر نہ چلا جاتا ہو، اور جہاں ناپاک شخص کا داخل ہونا ناجائز ہو، اعتکاف صرف اسی جگہ جائز ہے۔

مسجد کی ان حدود کے علاوہ جو جگہ مسجد کے احاطہ میں ہو لیکن مسجد میں شامل نہ ہو تو وہاں جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا جیسے غسل خانہ، وضوخانہ، مسجد کا اسٹور، امام ومؤذن کا کمرہ۔

مسجد کی محراب، اندرونی ہال، برآمدہ، صحن اور چھت اسی طرح وہ جگہ جس کو مسجد کے بانی نے عین مسجد قرار دیا ہو وہ بھی مسجد ہی کا حصہ شمار ہوگی، معتکف کے لئے وہاں جانا جائز ہے، مسجد کی چھت بھی چونکہ مسجد ہی کا حکم رکھتی ہے اس لئے اعتکاف میں مسجد کی چھت پر جانا جائز ہے البتہ اگر چھت پر جانے کے لئے راستہ عین مسجد سے باہر بنایا گیا ہو تو اس کے ذریعہ چھت پر جانا جائز نہیں ہے۔

اعتکاف کے ضروری مسائل:

اعتکاف کا اصل رکن یہ ہے کہ معتکف مسجد کے اندر ٹھہرا رہے، بلاضرورت شرعی یا طبعی مسجد سے باہر نہ جائے، کب معتکف کو باہر جانے کی اجازت ہے اور کب نہیں؟ اس کی کچھ تفصیل آگے بیان کی جاتی ہے۔

۱—معتکف قضاء حاجت و پیشاب کے لئے مسجد سے باہر جاسکتا ہے لیکن اگر فراغت کے بعد وہاں تھوڑی دیر بھی ٹھہر گیا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا البتہ اگر وضوء کرنا چاہے تو وضوء کے لئے ٹھہر سکتا ہے، لیکن وضوء سے فراغت کے بعد فوراً مسجد کے اندر پہنچ جانا ضروری ہے۔

۲—معتکف اگر قضاء حاجت کے لئے جائے اور وہاں جا کر معلوم ہو کہ بیت الخلاء مصروف ہے

تو وہاں انتظار بھی کرسکتا ہے۔

۳— معتکف کو ہر نماز کے لئے خواہ وہ فرض ہو، واجب ہو یا سنت و نفل یا قضاء یا اس کو تلاوت کرنی ہو یا سجدۂ تلاوت کرنا ہو ان سب کے لئے جس وقت بھی چاہے وضوء کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے البتہ اگر معتکف پہلے سے باوضوء ہو تو اسے دوبارہ وضوء کرنے کے لئے مسجد سے نکلنا درست نہیں۔

۴— معتکف جب وضوء کے لئے جائے تو وضوء کے دوران مسواک و منجن بھی کرسکتا ہے، صابن بھی استعمال کرسکتا ہے البتہ کوشش یہ ہو کہ ان اضافی کاموں میں زیادہ وقت خرچ نہ ہو۔

۵— معتکف پر اگر غسل واجب ہو جائے تو فوراً مسجد سے نکل جائے اور غسل کرکے فوراً ہی لوٹ آئے، مسجد سے نکلنے کا کوئی خاص طریقہ نہیں، جیسے بھی ہو مسجد سے نکلا جاسکتا ہے، اور اگر فوراً مسجد سے نکلنے کا یا غسل کرنے کا موقع نہ ہو تو تیمم کرکے مسجد ہی میں رہے، پھر جب موقع ملے تو جاکر غسل کرکے مسجد لوٹ آئے۔

۶— اعتکاف کی حالت میں صرف غسل جنابت کے لئے مسجد سے نکلنا جائز ہے، اس کے علاوہ جو غسل صفائی یا ٹھنڈک کے لئے ہو یا جمعہ کا مسنون غسل ہو تو اس کے لئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

۷— اگر کوئی شخص صفائی یا ٹھنڈک کے لئے غسل کرنا چاہے اور اس کی شدید حاجت ہو تو ایسی شدید مجبوری میں بعض اہل علم نے اتنی اجازت دی ہے کہ جب قضاء حاجت کے لئے جائے تو ساتھ میں جلدی سے غسل بھی کرآئے البتہ کوشش یہ ہو کہ اس اجازت پر شدید مجبوری ہی میں عمل کیا جائے۔

۸— اعتکاف کی حالت میں کلی کرنے مسواک و منجن کرنے اور ہاتھ وغیرہ دھونے کے لئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے اگر ان کاموں کے لئے مسجد سے باہر چلا جائے، چاہے بھول کر ہو یا غلطی سے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

۹— اعتکاف کی حالت میں کنگھی کرنا، ناخن کاٹنا اور بال کاٹنا بھی جائز ہے، البتہ اس کا خیال رکھے کہ ناخن اور بال مسجد میں نہ گرنے پائیں نیز ان کامون کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے۔

۱۰— معتکف جب قضاء حاجت یا وضوء کی ضرورت کے لئے نکلے تو آتے جاتے چلتے چلتے کسی کے ساتھ بات اور دعاء سلام کرسکتا ہے، لیکن اگر اس کے لئے تھوڑی دیر بھی ٹھہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

۱۱— معتکف کے بدن پر یا کپڑوں پر اگر نجاست لگ جائے تو اس کو دھونے کے لئے مسجد سے

باہر جاسکتا ہے۔

۱۲– معتکف کے لئے مسجد میں کھانے پینے کی گنجائش ہے مگر صفائی کا خیال بھی ضروری ہے البتہ بیڑی سگریٹ مسجد میں پینا جائز نہیں ہے، جس کو اس کی عادت ہو وہ وضوء واستنجاء کے لئے جب باہر جائے تو اس وقت اس ضرورت کو پورا کرلے اور منھ کی بدبو دور کرکے مسجد میں داخل ہو، اور اچھا تو یہ ہے کہ اعتکاف کے دنوں میں زبردستی اس سے رکا رہے تاکہ اعتکاف کی برکت سے یہ عادت چھوٹ جائے۔

۱۳– معتکف کی ریح اگر مسجد میں خارج ہوجائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور اس کے لئے اس کو مسجد سے باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ (ماخوذ از کتب فقہ وفتاوی)

جن مدارس میں نادار مستحقِ زکوٰۃ طلبہ کا قیام نہ ہو

س : جن مدارس میں نادار طلبہ کا قیام وطعام بالکل نہیں رہتا یا برائے نام صرف چند طلبہ رہتے ہوں کیا ایسے مدارس کے ذمہ داروں کا اپنے مدرسہ کے نام پر زکوٰۃ وصدقات واجبہ وصول کرنا درست ہے؟ کیا ایسے مدارس میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے اس کی ادائیگی ہوجاتی ہے؟

ج : جس مدرسہ میں زکوٰۃ ودیگر صدقات واجبہ کے مستحق طلبہ موجود نہ ہوں اس مدرسہ کے لیے زکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ وصول کرنا درست نہیں ہے۔ امداد اور صدقات نافلہ سے وہاں کے مصارف پورے کئے جائیں جب زکوٰۃ کی رقم مستحق پر صرف نہیں ہوگی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، درمختار ۲ / ۶۲ میں ہے، یصرف المزکی الی کلھم او الی بعضھم تملیکا لا إباحۃ لا الی بناء نحو مسجد، الخ۔

خریدار حضرات سے

خریدار حضرات کے پتوں کی سلپ پر مدت خریداری کی اطلاع درج ہے۔ اگر مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہو تو زرتعاون/ 300 روپئے سالانہ کے حساب سے ارسال فرمائیں۔ (ادارہ)

طابع، ناشر، مدیر (مولانا) محمد عاقل (صاحب) ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے
سبھاش پرنٹنگ پریس نواب گنج چوک سہارنپور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور سے شائع کیا

شہر حیدر آباد میں مظاہر علوم سہارنپور کے تعلق سے ایک اہم اجلاس (قسط دوم)

عبداللہ خالد قاسمی خیر آبادی

اگلے روز ۱۲؍رجب ۱۴۴۴ھ/ ۴؍فروری ۲۰۲۳ء شنبہ کو مولانا عبدالمغنی مظاہری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ادارہ (جو اس وقت مولانا عبدالقوی کے زیر انتظام ہے) مدرسہ سبیل الفلاح میں صبح ساڑھ چھ بجے سے اجلاس کا آغاز ہوا، اس اجلاس کی کل چار نشستیں ہوئیں، پہلی نشست میں تلاوت ونعت کے بعد مولانا محمد زکریا خلیفۂ حضرت محی السنہ کا درس قرآن ''رحمن کے خاص بندے'' عنوان سے ہوا۔ چائے ناشتہ اور ضروریات کے لئے وقفہ کے بعد دوسری نشست ساڑھے نو بجے سے شروع ہوئی اور سب سے پہلے داعی اجلاس مولانا عبدالقوی نے خطبۂ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے سب سے پہلے پورے علاقۂ دکن سے تشریف لانے والے فضلائے مظاہر علوم مندوبین اور مظاہر علوم سہارنپور سے تشریف فرما حضرات اکابر ومدعوئین کا شکریہ ادا کیا پھر جامعہ مظاہر علوم کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ:

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور عالم اسلام کی ایک عظیم، قدیم اور تاریخی درسگاہ ہے جس کی خدمات جلیلہ اور فیوضِ عالیہ ڈیڑھ صدی سے زائد عرصہ پر مشتمل ہیں، جس کا فیض اطراف عالم میں پھیلا اور پھیل رہا ہے، جہاں سے کسبِ علم وعرفان کر کے عالم بھر میں پھیلے لوگوں کی تعلیمی، دعوتی واصلاحی مساعیِ جمیلہ ایک دائرۃ المعارف بن سکتی ہے۔

اجلاس کے مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا نے کہا کہ اِس اجلاس کا مقصد محض رسمی ملاقات اور تضییع اوقات نہیں ہے، اصل مقصد فکری وتربیتی عنوانات پر طے نشستوں سے استفادہ کرنا ہے، چونکہ مادر علمی کی نسبت سے جمع ہونا آسان ہوتا ہے اور اس عنوان میں کشش ہوتی ہے، الحمد للہ حضرت حکیم کلیم اللہ مدظلہ جیسے اکابر مخلصین کی راہ نمائی اور ہدایت کے مطابق خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اس پروگرام کو عمل میں لایا

گیا ہے، ان کی توجہات اور دعائیں تمام منتظمین وشرکاء کو حاصل ہیں۔

میں بہت ہی ممنون ومشکور ہوں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے میر کاررواں اور اِس اجلاس کے سرپرست محترم نبیرۂ حضرت شیخ الحدیثؒ حضرت مولانا سید محمد شاہد کا کہ انھوں نے اس اجلاس کی کامیابی اور معتبریت کے لئے تین ماہ سے مسلسل رابطہ رکھا، باوجود ناسازیٔ طبع اور حرمین شریفین کے طویل سفر کے اس اجلاس کے لئے ایک طویل معلوماتی مقالہ ''جامعہ مظاہر علوم سہارنپور پر ریاست حیدرآباد کی علمی فیاضیاں'' مرتب فرمایا، نیز ان کے لائق وفائق فرزند مفتی محمد صالح نائب ناظم مظاہر علوم کا بھی ممنون ہوں ہوں کہ آن لائن رابطہ میں رہ کر قدم قدم پر رہنمائی فرمائی۔

خطبہ استقبالیہ کے بعد جامعہ مظاہر علوم کے استاذ تفسیر وفقہ مولانا محمد احمد صاحب نے ''اکابر مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی خدمات'' عنوان سے تاریخی مقالہ پیش کیا، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے رکن شوریٰ حضرت مولانا مفتی سبیل احمد دامت برکاتہم نے ''خدام دین کے درمیان تعاون باہمی اور خلوص و محبت'' کے عنوان سے قیمتی خطاب کیا۔

تیسری نشست جو بعد ظہر منعقد ہوئی اس میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے استاذ حدیث وتفسیر مولانا ساجد حسن نے ''موجودہ حالاتِ ملکیہ میں اہلِ علم کی ذمہ داریاں'' عنوان سے خطاب کیا، اس کے بعد داعی اجلاس مولانا محمد عبدالقوی نے ''علاقۂ دکن میں فضلائے مظاہر علوم کے روشن کارنامے'' کے تحت آٹھ ایسے قدیم فضلائے مظاہر علوم جو اللہ کی رحمتوں میں پہونچ چکے ہیں ان کے کارناموں اور علمی وملی خدمات پر مشتمل تاریخی مقالہ پیش کیا۔

صدر مجلس شوری مظاہر علوم حضرت حکیم کلیم اللہ زادمجدہ کے صاحبزادۂ محترم مولانا سلیم الحق انس جو اس اجلاس کے مہمان خصوصی تھے علماء واکابر کے ملفوظات پر مشتمل ان کے قیمتی نصائح سے اس نشست کا اختتام ہوا۔

نماز عصر، عصرانہ اور نماز مغرب سے فراغ کے بعد اس پروگرام کی چوتھی نشست اور اجلاس عام مدرسہ کے ایک وسیع میدان میں منعقد ہوا، تلاوت ونعت کے بعد مولانا سید صدیق احمد مظاہری نے ابنائے قدیم مظاہر علوم علاقہ نلگنڈہ کی جانب سے سپاس نامہ پیش کیا اس کے بعد جامعہ مظاہر علوم کے نائب ناظم

مولانا مفتی محمد صالح نے ''مظاہر علوم کی موجودہ علمی سرگرمیاں، ترقیات اور منصوبے'' عنوان سے حضرت مولانا سید محمد شاہد امین عام کا لکھا ہوا مدرسہ کا جامع تعارفی مقالہ پڑھ کر سنایا جس میں مظاہر علوم کے تکمیلات اور تخصصات کے تمام علمی شعبوں کا تعارف، دیگر ترقیاتی شعبہ جات سے متعلق قیمتی معلومات اور آئندہ کے تعلیمی و تعمیری منصوبوں پر روشنی ڈالی گئی۔ اس مقالہ کے اختتام پر مولانا مفتی محمد صالح نے ایک مختصر خطاب کیا اور کہا کہ یہ اجلاس مظاہر علوم کی نسبت پر ہو رہا ہے اور الحمدللہ یہ اہل علم کا مجمع ہے، اس لئے اس موقع پر ہمیں یہ احساس ہونا چاہئے کہ ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ حضرت امام غزالی کے حوالہ سے بیان کیا کہ انھوں نے اہل علم کے چار درجات متعین کئے ہیں، ان میں ایک درجہ یہ بتلایا ہے کہ **رجل یدری و لایدری انه یدری فهو نائم فایقظوه**، ایک عالم ایسا ہوتا ہے جسے اپنے علم اور ذمہ داریوں کا احساس ہی نہیں ہوتا وہ غافل ہے، اسے بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ آج ہمارا حال یہی ہے، ہم اپنی ذمہ داریوں کو بھولے ہوئے ہیں، پوری دنیا اپنی دینی وشرعی مشکلات کے حل کے لئے ہماری طرف دیکھ رہی ہے لیکن ہم غفلت میں پڑے ہوئے ہیں،، آج ہم میں سے ہر ایک اپنے مخصوص دائرہ میں محدود ہے، کام میں وسعت نہیں ہے حالاں کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر عالم اپنے دائرہ سے باہر نکل کرامت کی اجتماعی اصلاح کی کوشش میں لگے۔

اس موقع پر مفتی صاحب نے اپنے نانا جان حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن رحمۃ اللہ کا مقولہ بھی سنایا کہ اس وقت امت کی سب سے بڑی دینی خدمت یہ ہے کہ امت کا ہر فرد نمازی بن جائے، دوسرا کام یہ ہے کہ جو لوگ مسجدوں میں آرہے ہیں ان کی دینی تربیت اور اصلاح کا نظم کیا جائے، ان کی روحانی تربیت کی جائے، مفتی صاحب نے موجود علماء کرام سے معذرت کے لہجہ میں کہا کہ ''ہم لوگ عوام سے چندہ تو لیتے ہیں لیکن ان کی دینی ضروریات کی تکمیل کی جس قدر فکر ہونی چاہئے نہیں کرتے'' اسی طرح تبلیغی جماعت کی برکت سے لوگ مسجدوں میں ضرور آنے لگتے ہیں لیکن ان کی صحیح اسلامی انداز میں رہنمائی نہیں ہو پاتی اور وہ غیر شعوری طور پر باطل تحریکوں کا شکار ہو کر اسلام کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں، اس لئے ہم سب کو اپنے مخصوص دائروں سے باہر نکلنا ہوگا، اسی طرح معاشرہ میں جو غلط عقائد ونظریات در آئے ہیں ان کی طرف بھی توجہ دینے اور ان کی اصلاح کی فکر اور اس کے لئے اقدام کرنا بھی ہماری دینی وشرعی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح مغربی نظریات اور میڈیا نے اسلامی تعلیمات میں جو شکوک وشبہات پیدا کئے ہیں ان کو دور کرنے کی

کوشش کرنا اور صحیح اسلامی نظریات کو فروغ دینا بھی ہمارا ہی کام ہے اس لئے اجتماعی فکر کے ساتھ اپنے اپنے کاموں کے دائرہ کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔

سرپرست اجلاس حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی نے کہا کہ مظاہر علوم کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا اجلاس ہے، مولانا نے فرمایا کہ بہت سے ذہنوں میں یہ بات آرہی ہوگی کہ آخر اس اجلاس کا ماحصل کیا ہے اس کے جواب میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کا ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کے لئے آئے تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ بہت سے لوگ اصرار کرتے ہیں کہ ہندوستان واپس چلیں وہاں آپ کی زیادہ ضرورت ہے، لیکن میں آؤں تو جاؤں کیوں؟ اور جاؤں تو آؤں کیوں؟ اسی تذبذب میں ہوں، حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے آنسو بھرے انداز میں کہا کہ مدینے سے جانا تو بڑی حرماں نصیبی کی بات ہے لیکن آپ جب جب ہندوستان تشریف لے جاتے ہیں تو ہم سب کو کام کا ذوق پیدا ہوتا ہے اور ہمت بڑھتی ہے، مولانا الحسنی نے کہا کہ اس اجتماع سے آپ حضرات کو کچھ ملے یا نہ ملے صرف کام کرنے کا حوصلہ اور کام کرنے کی راہیں ہی مل جائیں تو یہ جلسہ صد فیصد کامیاب ہو جائے گا۔

اس کے بعد حضرت مولانا الحسنی کا قیمتی اور تاریخی مقالہ ''جامعہ مظاہر علوم پر ریاستِ حیدرآباد کی علمی فیاضیاں'' (۲۴ر صفحات پر مشتمل) خود مولانا نے پڑھ کر سنایا اور تاریخ میں پہلی مرتبہ خود اہالیانِ ریاست حیدرآباد کو یہ معلوم ہوا کہ یہاں کے نوابان اور امراء نے کس کس انداز میں علم پروری اور علماء نوازی کی مثالیں قائم کی ہیں۔

اس اجلاس کی سب سے آخری کڑی جامعہ مظاہر علوم کے مفتی مولانا مفتی محمد طاہر صاحب کا خطاب ''شریعت وطریقت کا تلازم، علماء دیوبند کی خصوصیات'' ہوا، حضرت مفتی صاحب نے بڑے ہی سادہ اور پرکشش انداز میں شریعت وطریقت دونوں کو الگ الگ کرکے سامعین کو سمجھایا اور پھر بتایا کہ دونوں کو ایک ساتھ لے کر چلنا جو مقصود ومحمود ہے اس کو کس کس انداز سے علماء دیوبند نے نبھایا ہے۔

رات دس بجے کے قریب یہ روح پرور اور تاریخ ساز اجلاس داعی ومیزبانِ اجلاس حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

داخلہ کے تعلق سے ضروری اعلان

❁ تمام قدیم طلبہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ ۱۷؍تا ۲۰؍شوال ۱۴۴۴ھ مطابق ۸؍تا ۱۱؍مئی ۲۰۲۳ء مدرسہ حاضر ہوکر اپنے داخلہ کی کارروائی مکمل کریں، اس سے پہلے مدرسہ نہ آئیں، طلبۂ عزیز اس کا خیال رکھیں۔

❁ عربی اول تا ہفتم عربی کے جدید طلبہ کو درخواست داخلہ ۸؍تا ۱۰؍شوال ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۹؍اپریل تا یکم؍مئی ۲۰۲۳ء دی جائیں گی اور ۱۱؍شوال تا ۱۳؍شوال ۱۴۴۴ط مطابق ۲؍مئی تا ۴؍مئی ۲۰۲۳ء تقریری امتحان ہوگا۔ان شاء اللہ

❁ دورۂ حدیث شریف کے لئے جدید طلبہ کو ۱۱؍اور ۱۲؍شوال ۱۴۴۴ھ میں درخواست داخلہ اور اجازت نامۂ امتحان تقسیم ہونگے، اس سے قبل جدید طلبہ مدرسہ میں نہ آئیں، ۱۳؍شوال بوقت صبح آٹھ بجے امتحان داخلہ کے لئے اجازت نامہ طلبہ کو واپس کیا جائے گا، غیر حاضر طلبہ امتحان داخلہ میں شرکت کے مجاز نہیں ہونگے۔

❁ دورۂ حدیث کے لئے امتحانِ داخلہ ۱۵؍۱۶؍شوال ۱۴۴۴ھ مطابق ۶؍۷؍مئی ۲۰۲۳ء میں ہوگا۔

❁ تخصصات کے تمام شعبوں کے لئے درخواست داخلہ ۱۷؍۱۸؍شوال ۱۴۴۴ھ مطابق ۸؍۹؍مئی ۲۰۲۳ء میں دی جائیں گی، داخلہ کے خواہشمند طلبہ اس سے پہلے مدرسہ نہ آئیں۔

❁ جدید طلبہ کے لیے سابق مدرسہ کی تصدیق اور امتحان سالانہ میں حاصل کردہ نمبرات کی مارک شیٹ امتحان داخلہ کے لئے شرط ہے۔اس کے بغیر امتحان داخلہ نہیں ہوگا۔ نیز تمام طلبہ کے لئے اپنا اور اپنے والد کا آدھار کارڈ ساتھ لانا ضروری ہے۔

نوٹ: طلبہ اپنے آدھار کارڈ کو اپ ڈیٹ کرا کے لائیں، آدھار پر بہت پرانا فوٹو جس سے صحیح صورت حال کا علم نہ ہو، ایسا آدھار قابلِ قبول نہ ہوگا۔

❁ سرحدی علاقوں (جموں کشمیر، ویسٹ بنگال، منی پور، تری پورہ، آسام وغیرہ اور ان کے آس پاس) کے طلبہ وطنی تصدیق نامہ (ایفیڈ یوٹ AFFIDAVIT) بھی ضرور ساتھ لائیں اس کے بغیر داخلہ کی تکمیل نہیں ہوگی۔ اس سلسلہ میں کسی کو مہلت نہیں دی جائے گی جو طلبہ مطلوبہ کاغذات حاصل نہ کرسکیں وہ مدرسہ میں آ کر اپنا اور اہل مدرسہ کا قیمتی وقت ضائع نہ کریں ان کا داخلہ نہیں ہوگا۔

اخبار مظاہر

مرتب: عبد اللہ خالد قاسمی خیر آبادی

مجلس شوریٰ کا اجلاس بخیر وخوبی اختتام کو پہونچا

مظاہر علوم سہارنپور کی مجلس شوری کا سالانہ اجلاس حضرت الحاج حکیم کلیم اللہ زید مجدہ کی صدارت میں خیر وخوبی کے ساتھ پورا ہوا۔ مولانا محمد شاہد الحسنی نے اجلاس کی پوری کاروائی چلائی۔ اجلاس میں کئی اہم فیصلے لیے گئے، حیدر آباد اور مظاہر علوم میں ہونے والے دونوں جلسوں کی تفصیلات سن کر اراکینِ شوری نے اس پر اپنے کلماتِ تحسین پیش کیے، اور ان جلسوں کی افادیت ونافعیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اس طرح کے جلسے ابناء قدیم کے لیے باہمی روابط وتعلقات کے اعتبار سے مفید ہوتے ہیں، اراکینِ شوری ان لوگوں کے مشکور ہیں جنہوں نے لگن اور حوصلے کے ساتھ ان جلسوں کو حسن وخوبی تک پہنچایا۔

شعبۂ قضا وافتاء کی تربیت اور کام کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے طے کیا گیا کہ حضرت مولانا محمد عاقل اور حضرت مولانا محمد شاہد صاحبان مظاہر علوم کے دو اساتذہ کا انتخاب کرکے پٹنہ امارت شرعیہ بھیج دیں۔

طے کیا گیا کہ مجلس تعلیمی کی ارکان میں مولانا محمد احمد استاذ مدرسہ کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

آڈٹ رپورٹ بابت ۲۲/ ۲۰۲۱ء شوری میں پیش کی گئی، مجلس شوری نے اس رپورٹ کی توثیق کی۔

مستشفی عنایت الٰہی کی آمدہ رپورٹ از یکم محرم الحرام تا رجب ۱۴۴۴ھ دیکھی گئی، ارکان مجلس شوریٰ نے اس پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔

مختلف شعبوں میں تیرہ اصحاب کی تقرری یا ان کے استقلال کو منظوری دی گئی۔

حضرت الحاج حکیم کلیم اللہ زید مجدہ کی دعا پر اجلاس ختم ہوا۔

مجلس تعلیمی کا اجلاس

۲۶ رشعبان ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۹ رمارچ ۲۰۲۳ء کو مظاہر علوم کی مجلس تعلیمی کا اجلاس حضرت مولانا مفتی محمد معصوم ثاقب دامت برکاتہم کی صدارت میں مدرسہ کے دار المشورہ میں منعقد ہوا، مدرسہ کے امین عام حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی نے مدرسہ کے تمام تعلیمی شعبہ جات کی تفصیلی رپورٹ پیش کی جس کا جائزہ لیا گیا، اور سالِ رواں کی تمام تعلیمی سرگرمیوں کو استحسان کی نظر سے دیکھا گیا۔ سالِ آئندہ ۴۵۔ ۱۴۴۴ھ کے داخلہ امتحان و دیگر تعلیمی سرگرمیوں میں مزید فعالیت اور استحکام کے لئے متعدد فیصلے کئے گئے۔

R.N.I. REGD. NO. 62469/95U.M.

URDU MONTHLY MAGAZINE

MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR



AL-Fazl Computer Sre. 9359209995

Rs. 30/-

MADRASA MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR-247001 (U.P.) INDIA, PH. 0132-2655542

E-Mail: jamiamazahir@gmail.com